

## 8 سماجی شعبے کی ترقی

حکومت پاکستان کو اہم چیلنجوں کا سامنا ہے جن میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بڑھتے ہوئے اخراجات، بلند گرانی، انفراسٹرکچر کے مسائل، معاشی نمو کی سست رفتاری شامل ہیں جو سماجی اظہاریوں پر منفی اثرات ڈال رہے ہیں۔ مزید برآں حالیہ سیلاب (دیکھئے باکس 8.1) سے ہونے والے نقصان سے، جس کی کوئی مثال نہیں ملتی، سماجی اظہاریوں میں مزید خرابی پیدا ہونے کا خدشہ ہے، جس سے مزید لوگ غربت کی طرف جائیں گے، پیر و گاری کی سطح بڑھے گی، اسکول چھوڑنے والے بچوں کی تعداد بڑھنے سے انرولمنٹ میں کمی آئے گی اور صحت و تندرستی کے مسائل میں اضافہ ہوگا۔

اس باب میں ملک کے اہم معاشرتی و معاشی اظہاریوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ پاکستان چھٹا سب سے کثیر آباد ملک ہے جہاں آبادی کی شرح نمو 2 فیصد سے زیادہ ہے۔ پاکستان اپنے وسط مدتی ترقیاتی فریم ورک (ایم ٹی ڈی ایف) کے اہداف سے پیچھے ہے۔ جنوبی ایشیائی ممالک میں غربت کی شرح کا موازنہ کیا جائے (اقوام متحدہ کی انسانی ترقی کی رپورٹ، 2009ء) تو پاکستان گروپ میں قدرے نچلی پوزیشن پر ہے۔ شرح خواندگی میں معمولی سا اضافہ ہوا ہے تاہم ایم ٹی ڈی ایف اہداف پورے نہیں ہو سکے اور اندیشہ ہے کہ ہزارہ ترقیاتی مقاصد کے اہداف بھی پورے نہ ہو سکیں گے۔ صحت کے شعبے میں کم سرکاری خرچ نے ایم ٹی ڈی ایف اہداف کی تکمیل کے حوالے سے منفی اثر مرتب کیا ہے۔ ماحولیاتی اظہاریوں میں ملا جلا رجحان ظاہر ہوتا ہے۔ پانی اور صفائی کی سہولتوں تک رسائی کی کیفیت بہتر ہے جبکہ ملک میں جنگلات کا رقبہ ایم ٹی ڈی ایف اہداف سے خاصا نیچے ہے۔

سماجی شعبے کی حالت پہلے ہی دیگر گون تقی اور حالیہ سیلاب نے اسے مزید بدتر کر دیا ہے۔ اس وجہ سے سماجی، بہبود کا کام بے حد دشوار ہے۔ تاہم حکومت کی جانب سے بھرپور عزم کا اظہار کیا جائے اور ترقی پر اسر نو تو جہ مرکوز کی جائے تو ملک کے سماجی اظہاریوں میں بہتری آسکتی ہے۔

### باکس 8.1: پاکستان میں سیلاب کے معاشرتی و معاشی اثرات

پاکستان کو حالیہ سیلاب کی شکل میں اپنی تاریخ کی انتہائی بری تباہی کا سامنا ہے۔ اس سیلاب نے ملک کے بیشتر علاقوں میں زندگی کو عملاً مفلوج کر دیا ہے۔ تجزیہ کار سیلاب کی وجہ کو گرائنڈ زمین سے جوڑتے ہیں جس نے پاکستان جیسے ممالک کو متاثر کیا ہے۔ اقوام متحدہ کے مطابق سیلاب کے متاثرین کی تعداد 2004ء کے بحرہند کے سونامی، 2005ء کے آزاد کشمیر کے زلزلے اور 2010ء کے ہینی کے زلزلے کے متاثرین کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔ سیلاب سے ہونے والے نقصان سے ملک کے معاشرتی و معاشی اظہاریے، جو پہلے ہی کم کارکردگی کے حامل ہیں، مزید بدتر ہونے کی توقع ہے۔

وفاقی حکومت کے افسران کا کہنا ہے کہ سیلاب سے 20 لاکھ ہیکٹر سے زائد پر پھیلی ہوئی فصلیں تباہ یا خراب ہو گئی ہیں جبکہ مجموعی طور پر 2 کروڑ 38 لاکھ ہیکٹر رقبہ زیر کاشت تھا جس سے غذائی عدم تحفظ کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے۔ ادارہ خوراک و زراعت (ایف۔ اے او) پہلے ہی خبردار کر چکا ہے کہ ان نقصانات کا ماس 11ء کی کاشت پر منفی اثر پڑ سکتا ہے کیونکہ بیج اور دیگر زری خام مال بھی ضائع ہوا ہے۔ علاوہ ازیں مویشی، مرغیان اور چھپلیوں کے فارم بھی سیلاب سے سخت متاثر ہوئے ہیں۔ خاص طور پر انفراسٹرکچر اور مویشیوں کے زیاں سے دیہی معیشت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ چونکہ زیادہ تر آبادی دیہی علاقوں میں رہتی ہے جس کا ذریعہ معاش زراعت اور گلہ بانی ہے اس لیے اس کی قوت خرید پر منفی اثر مرتب ہو سکتا ہے۔ بڑی تعداد خط غربت کے آس پاس رہتی ہے اس وجہ سے ملک میں غربت کی سطح پر بھی منفی اثرات پڑ سکتے ہیں۔ گرتی ہوئی قوت خرید تعلیم اور صحت کی سہولتوں پر ہونے والے اخراجات میں کمی پر منتج ہو سکتی ہے جس سے ان شعبوں کے اظہاریے مزید گھٹیں گے۔

عالمی ادارہ صحت کے مطابق سیلاب سے بچ جانے والے افراد پانی کی تیار یوں ہیضہ، کربنسیوریڈ یوس، روٹا وائرس، مائیفائیڈ اور پیرائامیفائیڈ سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ سب سے زیادہ خدشہ بچے ہیں کیونکہ اقوام متحدہ پہلے ہی متنبہ کر چکی ہے کہ 35 لاکھ بچے آلودہ پانی اور کیڑے مکوڑوں کی وجہ سے مہلک امراض کا شکار ہو سکتے ہیں۔ سیلاب سے بچ جانے والوں کو درپیش ایک اور اہم مسئلہ زچگی سے متعلق پیچیدگیاں ہیں۔ اقوام متحدہ کے پاپولیشن فنڈ کے مطابق سیلاب کے متاثرین میں لگ بھگ 52500 خواتین آئندہ تین ماہ کے دوران ماں بننے والی ہیں اور 53000 نومولود بچوں کی دیکھ بھال کی ضرورت ہوگی۔ دریں حالات مستقبل میں شرح اموات (ماں اور بچے کی) بڑھ سکتی ہے کیونکہ ماؤں کو صحت کی مناسب سہولتیں دستیاب ہونے کا امکان نہیں۔

ملک میں انفراسٹرکچر کو ریکارڈ نقصان پہنچا ہے اور بہت سی سڑکیں، پل، عمارتیں اور آب پاشی کی سہولتیں سیلاب سے سخت متاثر ہوئی ہیں۔ چونکہ ان سہولتوں کی تعمیر نو میں وقت لگے گا اس لیے امکان یہ ہے کہ متاثرین کی بڑی تعداد اسکول کی عمارات، دوا خانوں، صاف پانی اور بجلی وغیرہ کی سہولتوں سے کچھ عرصہ محروم رہے گی۔ مزید برآں جاری ترقیاتی پروگراموں کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہے کیونکہ ان پروگراموں کی قوم بنیادی انفراسٹرکچر سہولتیں فراہم کرنے میں لگائی جارہی ہیں۔ صورتحال کی گینگی کے پیش نظر یہ کارروائیاں ضروری ہیں تاہم جب پانی کی سطح کم ہو جائے اور لوگ اپنے علاقوں کی طرف واپس جانے لگیں تو حکومت ان کی آباد کاری کے لیے بھرپور اقدامات کرے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حالیہ سیلاب سے ملک کے معاشرتی اور معاشی اظہاریے سخت متاثر ہوئے ہیں اور ہزارہ ترقیاتی مقاصد کی جانب پیش رفت میں رکاوٹ پیدا ہونے کا امکان ہے۔

| جدول 8.1: پاکستان میں آبادی کا رجحان                |      |              |                  |                     |
|---|------|--------------|------------------|---------------------|
| سال   | درجہ | آبادی (ملین) | آبادی کی شرح نمو | عالمی آبادی کا فیصد |
| 1950ء   | 13   | 40           |                  | 1.58                |
| 1960ء   | 11   | 52           | 2.9              | 1.70                |
| 1970ء   | 9    | 67           | 2.9              | 1.82                |
| 1980ء   | 9    | 85           | 3.1              | 1.91                |
| 1990ء   | 8    | 119          | 2.7              | 2.25                |
| 2000ء   | 6    | 152          | 2.2              | 2.50                |
| 2010ء   | 6    | 184          | 2.1              | 2.69                |
| ماخذ: اقوام متحدہ سٹیسٹس بیورو (انٹرنیشنل ڈیٹا بیس) |      |              |                  |                     |

| جدول 8.2: چھ سب سے زیادہ آبادی والے ممالک           |           |              |                                 |              |
|---|-----------|--------------|---------------------------------|--------------|
| درجہ  | ممالک     | آبادی (ملین) | گھٹائیں (افراد فی مربع کلومیٹر) | کنپے کا سائز |
| 1   | چین       | 1,330        | 139                             | 3.04 (2002)  |
| 2   | بھارت     | 1,173        | 394.6                           | 5.3 (2001)   |
| 3   | امریکہ    | 310          | 33.9                            | 2.61 (2009)  |
| 4   | انڈونیشیا | 243          | 23.8                            | 3 (2003)     |
| 5   | برازیل    | 201          | 134.1                           | 2.26 (2009)  |
| 6   | پاکستان   | 177          | 239.2                           | 6.80         |
| ماخذ: اقوام متحدہ سٹیسٹس بیورو (انٹرنیشنل ڈیٹا بیس) |           |              |                                 |              |

| جدول 8.3: ایم ٹی ڈی ایف کے 2010ء کے اہداف اور موجودہ صورتحال (فیصد) |                          |               |              |
|---|--------------------------|---------------|--------------|
| اظہاریے   | اسی سال (2005ء) کی کیفیت | اہداف (2010ء) | موجودہ کیفیت |
| آبادی کی شرح نمو  | 1.87                     | 1.6           | 2.05         |
| ری پبلیمنٹ لیول زرخیزی (کوئی اکائی نہیں)                            |                          | 2 (2020)      | 3.6          |
| مائع حمل کے عام ہونے کی شرح   | 29                       | 51            | 30**         |
| ماخذ: ایم ٹی ڈی ایف کا وسط مدتی جائزہ، 2008ء، اقتصادی سروے 2010ء    |                          |               |              |
| ** پاکستان آبادیاتی سروے 2006-07ء                                   |                          |               |              |

## 8.1 آبادی

پاکستان کی آبادی کی سالانہ شرح نمو دو فیصد سے زیادہ ہے اور اس کی آبادی جو 1990ء میں 11 کروڑ 90 لاکھ تھی 2010ء میں 18 کروڑ 40 لاکھ ہو چکی ہے (دیکھئے جدول 8.1)۔<sup>1</sup> یہ اضافہ علاقائی (دیہی، شہری) تقسیم میں اہم تبدیلیوں کے بغیر ہوا ہے۔ 65 فیصد سے زائد آبادی ابھی تک دیہی علاقوں میں رہتی ہے۔

اس وقت دنیا کی ڈھائی فیصد سے زیادہ آبادی پاکستان میں ہے اور اس کی آبادی کی شرح نمو عالمی آبادی کی شرح نمو سے زیادہ رہی ہے۔<sup>2</sup> پاکستان کی آبادی کی شرح نمو 90ء کی دہائی سے گرنا شروع ہوئی تاہم عالمی آبادی میں اس کا حصہ (دیکھئے جدول 8.1) جو 1990ء میں 2.25 فیصد تھا 2010ء میں بڑھ کر 2.69 فیصد ہو گیا۔ مزید برآں چھ سب سے زیادہ آبادی والے ممالک میں 2005-10ء کے دوران پاکستان میں زرخیزی کی اوسط شرح بلند ترین رہی<sup>3</sup> اور بھارت کے بعد یہ دوسرا سب سے گھنی آبادی والا<sup>4</sup> ملک ہے (دیکھئے جدول 8.2)۔ یہ صورتحال اس حقیقت کے باوجود ہے کہ مختلف حکومتیں آبادی کی بلند شرح نمو کے مسئلے سے نمٹنے کی کوشش کرتی رہی ہیں۔ بہر حال بیشتر پروگراموں کے مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہو سکے جس کی بڑی وجہ خصوصاً خواتین اور دیہی علاقوں میں خواندگی کی کم شرح، ثقافتی اور مذہبی رکاوٹیں اور خاندانی منصوبہ بندی کو فروغ دینے کے حوالے سے پروگرام چلانے والوں میں مہارتوں کا فقدان ہے۔<sup>5</sup>

بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنے اور خاندانی منصوبہ بندی کے مؤثر پروگراموں پر عمل کے لیے جامع حکمت عملی کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے 2002ء میں آبادی پالیسی متعارف کرائی گئی۔ اس پالیسی کا بنیادی نکتہ صحت و تندرستی میں بہتری لا کر آبادی کی نموکور و کتنا ہے۔ پانچ سالہ ترقیاتی فریم ورک (ایم ٹی ڈی ایف) میں آبادی کو کنٹرول کرنے کے سلسلے میں ملک کی پیش رفت کو جانچنے کے تین اظہاریے سامنے لائے گئے۔ تاہم پاکستان تینوں اظہاریوں کے اہداف پورے کرنے میں ناکام رہا (دیکھئے جدول 8.3)۔

ری پبلیمنٹ لیول زرخیزی اور مائع حمل کے استعمال کی شرح اہداف سے خاصی کم ہے جبکہ آبادی کی شرح نمو بنیادی سال (1.87 فیصد) سے کم ہونے کی بجائے بڑھ کر 2.05 فیصد ہو گئی ہے۔ آبادی پالیسی 2002ء مطلوبہ نتائج حاصل نہ کر سکی اس لیے اہداف پر نظر ثانی کی گئی اور نئی آبادی پالیسی 2010ء میں ایک کثیر جہتی حکمت عملی تجویز کی گئی ہے (دیکھئے باکس 8.2)۔

مجموعی معاشرتی و معاشی نمو پر آبادی کے اثرات کو سب تسلیم کرتے ہیں۔ تاہم یہ اثر آبادی کی مطلق تعداد کے علاوہ اس کے تحریکات پر منحصر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی ملک کی

<sup>1</sup> اقتصادی سروے 2009-10ء کے مطابق ملک کی آبادی 2010ء میں (تازہ ترین دستیاب اعداد و شمار) 17 کروڑ 35 لاکھ 10 ہزار ہے۔

<sup>2</sup> پاپولیشن ریفیرنس بیورو۔

<sup>3</sup> ماخذ: انسانی ترقی رپورٹ 2009ء۔

<sup>4</sup> گھنے پن کا مطلب ہے افراد فی مربع کلومیٹر۔

<sup>5</sup> ماخذ: قومی آبادی پالیسی کا مسودہ، 2010ء

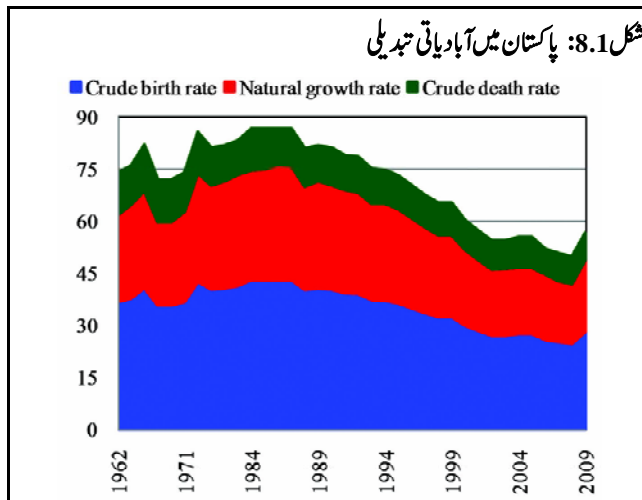
| جدول 8.2.1: قومی آبادی پالیسی 2002ء کے مقاصد  |  |
|---|--|
| کلیل مدتی مقاصد (اہداف برائے 2015ء)   | طویل مدتی مقاصد (اہداف برائے 2025ء)  |
| 1- کسی کے اہداف<br>☆ زرخیزی کی سطح کو تین ولادتیں فی عورت تک لانا<br>☆ 18 سال سے کم عمری لڑکیوں میں پہلی ولادت کی شرح دو تہائی کرنا<br>☆ تاخیر سے ماں بننے والی عورتوں کا تناسب آدھا کرنا | 1- مندرجہ ذیل کا حصول<br>☆ ری پلیمینٹ لیول زرخیزی (2.1 ولادت فی عورت)<br>☆ مانع حمل کے عام ہونے کی شرح 70 فیصد تک پہنچانا<br>2- خاندانی منصوبہ بندی کی نہ پوری ہونے والی ضروریات کو 25 فیصد سے گھٹا کر 10 فیصد تک لانا |
| 2- پیداؤں اور اگلے حمل کا وقفہ 3 فیصد سے بڑھا کر 60 فیصد تک لانا<br>3- خاندانی منصوبہ بندی کی سہولتوں تک سب کی رسائی کو یقینی بنانا   |  |
| ماخذ: مسودہ قومی آبادی پالیسی   |  |

ماخذ: مسودہ قومی آبادی پالیسی

ہا کس 8.2: قومی آبادی پالیسی 2010ء  
آبادی پالیسی 2010ء کا اصل مقصد یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کو ہدف بنا کر زرخیزی میں تبدیلی کی تدریجی کے نقطہ نظر سے بروقت تکمیل کی جائے۔ اس سے 2015ء تک ماؤں کی شرح اموات میں دو تہائی کی کرنے کے ہزار یہ ترقیاتی مقاصد کو پورا کرنے میں مدد ملے گی۔ پالیسی کے مقاصد جدول 8.2.1 میں دکھائے گئے ہیں۔

ان اہداف کو پورا کرنے کے لیے حکومت نے خاندانی منصوبہ بندی، تولیدی صحت اور ماں، نومولود اور بچے کی صحت کے حوالے سے بہترین طریقوں پر عملدرآمد کی خاطر بین الاقوامی کانفرنس برائے آبادی و ترقی اور اقوام متحدہ کے ہزار یہ ترقیاتی اہداف 2000ء کے منصوبہ عمل اور اعلان کراچی 2009ء سے سائنسے آنے والے رہنما خطوط کو مستعار لیا ہے۔ یہ پیمانے حکمت ہائے عملی اور پالیسیوں کو قومی، سماجی اور تہذیبی دائروں کے اندر رکھتے ہوئے تمام متعلقہ فریقوں کی شرکت کو یقینی بناتے ہیں اور اس طرح باخبر اور رضا کارانہ خاندانی منصوبہ بندی کو فروغ دیتے ہیں۔

آبادی کی مطلق تعداد پر ظاہر کرنے کے لیے کافی نہیں کہ آبادی معیشت کے لیے بوجھ بنے گی یا رحمت۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے آبادی قومی وسائل پر بوجھ معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ غربت کی بلند سطح، اور تعلیم و صحت کی سہولتوں کے فقدان سے ظاہر ہے۔ لیکن ملک کی آبادی کی ساخت سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ اس ظاہری بوجھ کو معیشت کے لیے رحمت بنایا جاسکتا ہے۔ اس امر کی وضاحت ملک کے آبادیاتی عبوری دور<sup>6</sup> کا تجزیہ کر کے ہو سکتی ہے۔



8.1.1 آبادیاتی عبوری دور: بیشتر دیگر ترقی پذیر ممالک کی طرح پاکستان آبادیاتی عبوری دور سے گزر رہا ہے اور فی الوقت معتدل نمو کے آبادیاتی عبوری دور کے تیسرے مرحلے<sup>7</sup> میں ہے جس میں شرح پیدائش اور شرح اموات دونوں کم ہو جاتی ہیں اور آبادی میں اضافے کی رفتار آہستہ ہو جاتی ہے۔ ملک میں خام شرح پیدائش 1961ء میں 37 فی 1000 افراد تھی جو 2009ء میں کم ہو کر 28 فی 1000 افراد ہو گئی جبکہ خام شرح اموات 1961ء میں 12 فی 1000 افراد سے 2009ء میں گھٹ کر 7.6 فی 1000 افراد ہو گئی۔ چنانچہ آبادی میں فطری اضافے<sup>8</sup> میں زوال کا رجحان دیکھنے میں آیا (دیکھئے شکل 8.1)۔<sup>9</sup> خام شرح پیدائش اور خام شرح اموات میں اس کی کے ساتھ شير خوار بچوں کی شرح اموات اور مجموعی زرخیزی کی شرح میں بھی کمی کا رجحان دیکھا گیا۔ شير خوار بچوں کی شرح اموات 1990ء میں (جو ہزار یہ ترقیاتی مقاصد کے اہداف کے لیے بنیادی سال ہے) 107.7 سے کم ہو کر 2008ء میں 73.5 ہو گئی<sup>10</sup> جبکہ مجموعی زرخیزی 1992ء میں 5.3 سے<sup>11</sup> کم ہو کر 2010ء میں 3.6 ہو گئی۔

دیگر ممالک کی طرح آبادیاتی عبوری دور کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے پاکستان کی آبادی کی ہیئت ترکیبی میں بھی نمایاں تبدیلی ہوئی۔ اقوام متحدہ کی آبادی سے متعلق پیشگوئیوں کے مطابق 90ء کی دہائی کے اواخر میں کام کے قابل آبادی کی شرح میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے جبکہ نوجوان اور بوڑھے افراد (65 سال سے زائد) کی آبادی کم ہو رہی

6 آبادیاتی عبوری دور کا مطلب ہے خام شرح پیدائش اور خام شرح اموات کا بلند توازن نقطے سے پست توازن نقطے کی طرف آنا۔

7 آبادیاتی عبوری دور کے چار مراحل ہوتے ہیں: (i) کم نمو (ii) بلند نمو (iii) معتدل نمو (iv) کم نمو۔

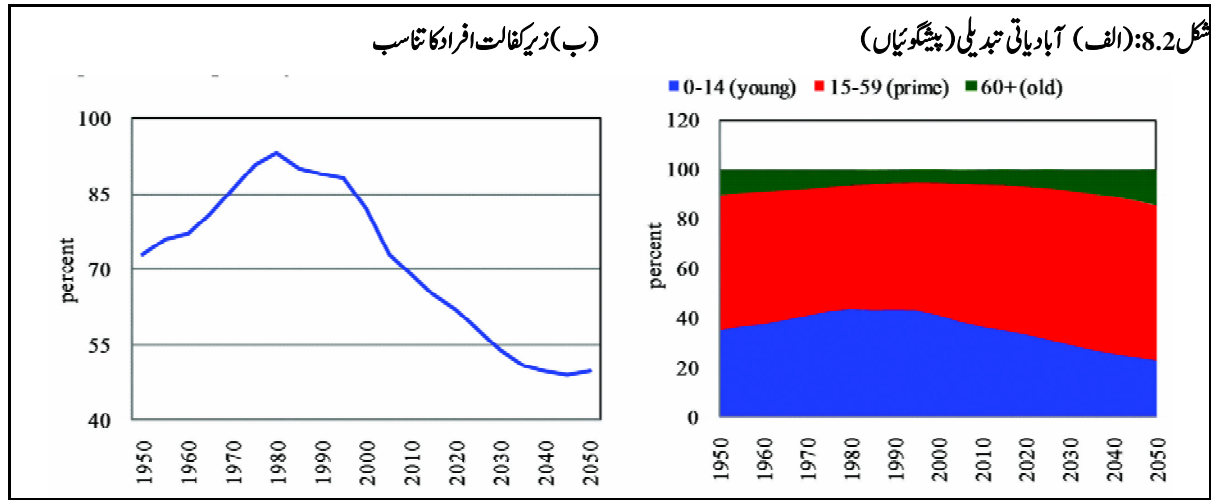
8 آبادی میں فطری اضافہ کے معنی ہیں خام شرح پیدائش اور خام شرح اموات کے مابین فرق۔

9 ماخذ: اقوام متحدہ بکریٹھ کے ڈیٹا سٹیمٹ آف اکنامک اینڈ سوشل انڈیکسز کا پاپولیشن ڈویژن، ورلڈ پاپولیشن پرائیکٹس: 2002 روڈن اقوام متحدہ۔

10 ماخذ: اقوام متحدہ 2009-10ء۔

11 1992-96ء کی مدت کے لیے اوسط مجموعی زرخیزی کی شرح 5.3 ہے۔

ہے (دیکھئے شکل 8.2 الف)۔ زیر کفالت افراد کے تناسب<sup>12</sup> میں کمی سے بھی اس رجحان کی عکاسی ہوتی ہے (دیکھئے شکل 8.2 ب)۔<sup>13</sup> کام کے قابل آبادی کا بڑھتا ہوا حصہ ملک کی معاشی نمو کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔ تاہم کام کے قابل آبادی سے تبھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے کہ ملکی وسائل کام کرنے والوں کی مہارتوں اور صلاحیتوں میں اضافے کے لیے مؤثر طور پر صرف کیے جائیں۔ چنانچہ تعلیم، صحت اور روزگار کے مواقع کے شعبوں پر زور دینے کی ضرورت ہے۔ حکومت نے کام کے قابل آبادی کے بلند تناسب سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے اس مقصد کو قومی آبادی پالیسی 2010ء کے بنیادی اہداف میں شامل کیا ہے۔



## 8.2 غربت

جنوبی ایشیائی کے گروپ کے دیگر ارکان کی طرح پاکستان درمیانی انسانی ترقی والے ممالک کی فہرست میں آتا ہے۔ انسانی ترقی کے اشاریے (ایچ ڈی آئی) اور انسانی غربت کے اشاریے (ایچ پی آئی 1) کے حوالے سے اس کا مقام نیچے کی جانب ہے۔ عالمی سطح پر 182 ممالک میں اس کا درجہ ایچ ڈی آئی میں 142 واں اور ایچ پی آئی میں 101 واں ہے (دیکھئے باکس 8.3) جبکہ جنوبی ایشیائی گروپ میں یہ پانچویں نمبر پر ہے (دیکھئے جدول 8.4)۔

علاقائی تقابل کے لیے دستیاب اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ 1.25 ڈالر کی تعریف کے لحاظ سے غربت کی شرح قدرے کم ہے۔ لیکن 2 ڈالر کی تعریف کے اعتبار سے ہیڈ کاؤنٹ

### باکس 8.3: انسانی غربت اشاریہ

انسانی غربت اشاریہ (ایچ پی آئی) میں انسانی زندگی کے تین بنیادی عناصر سے محرومی پر توجہ مرکوز کی گئی ہے: طول عمر، علم اور ایک باوقار معیار زندگی۔ ایچ پی آئی ترقی پذیر ممالک (ایچ پی آئی 1) اور منتخب بلند آمدنی والے اداریہ سی ڈی کے ممالک کے گروپ (ایچ پی آئی 2) کے لیے الگ الگ نکالا جاتا ہے تاکہ ان دونوں گروپوں کے درمیان معاشرتی و معاشی اختلافات اور محرومی کے مختلف پیمانوں کی عکاسی ہو سکے۔

☆ پہلی محرومی کا تعلق بھروسے سے یعنی نسبتاً کم عمر میں موت واقع ہونے کا امکان اور اس کا اظہار ایچ پی آئی 1 اور ایچ پی آئی 2 کے بائترتیب 40 اور 60 سال کی عمر تک زندہ نہ رہنے کے امکان سے ہوتا ہے۔

☆ دوسری جہت کا تعلق علم سے یعنی پڑھائی اور ابلاغ کی دنیا سے کٹا ہوا ہونا اور اس کا پیمانہ ناخواندہ بالغ افراد کی شرح فیصد ہے۔

☆ تیسرا پہلو باوقار معیار زندگی ہے جو مجموعی معاشی سہولتوں سے تعلق رکھتا ہے۔

ایچ پی آئی 1 نکالنے کے لیے صاف پانی تک رسائی نہ رکھنے والے افراد کی شرح فیصد اور عمر کے لحاظ سے کم وزن رکھنے والے بچوں کی شرح فیصد کا اوسط بلا وزن معلوم کیا جاتا ہے۔ ایچ پی آئی 2 نکالنے کے لیے آمدنی کے خط غربت سے نیچے آبادی کی شرح فیصد (کے بی کے اوسط قابل خرچ آمدنی کا 50 فیصد) معلوم کی جاتی ہے۔ مزید برآں ایچ پی آئی 2 میں سماج کے دھارے سے علیحدگی بھی شامل ہے جو ایچ پی آئی 2 کی چوتھی جہت ہے۔ اس کی نمائندگی طویل مدتی روزگاری کی شرح سے ہوتی ہے۔

ماخذ: اقوام متحدہ کی انسانی ترقی رپورٹ 2009ء

<sup>12</sup> مردم شماری میں 25 سے 59 سال کی عمر کو کام کے قابل بہترین عمر کی آبادی کے طور پر دکھایا گیا ہے جبکہ اقوام متحدہ کے اعداد و شمار میں 15 سے 59 سال کی عمر کو کام کرنے کے قابل آبادی کی فیصدی شرح ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ نو عمر افراد کے لیے عمری حد 0 سے 14 کے درمیان ہے جبکہ بوڑھوں کے لیے 65 سال سے زائد ہے۔ بین الاقوامی پیمانے کے مطابق 15 سال اور اس سے زائد کو محنت کش قوت میں شمار کیا جاسکتا ہے اس لیے کام کے قابل آبادی کی حدود 15 سے 59 کے درمیان لی گئی ہیں۔

<sup>13</sup> ماخذ: اقوام متحدہ کی بکریٹ کے ڈیپارٹمنٹ آف انکماک اینڈ سوشل انفیرنکس کا پالیٹیشن ڈویژن، ورلڈ پالیٹیشن پریکٹیکلس 2002: روڈن اقوام متحدہ۔

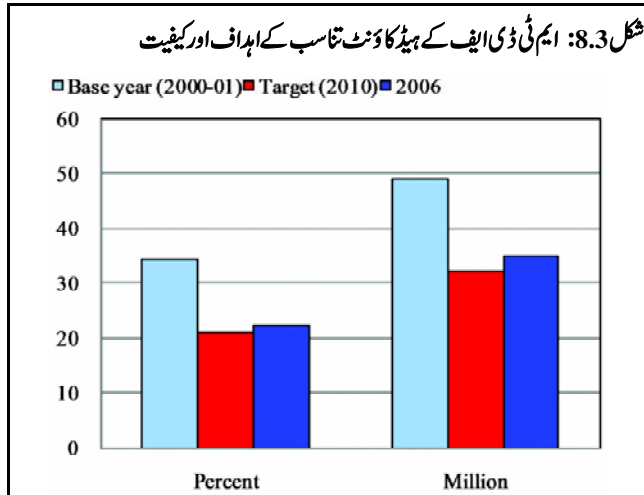
| جدول 8.4: غربت اور آمدنی کی عدم مساوات |                             |             |             |                |                   |                 |                     |
|--|-----------------------------|-------------|-------------|----------------|-------------------|-----------------|---------------------|
| شرح غربت (فیصد)                        |                             |             |             |                |                   |                 |                     |
| جنی عددی سر                            | قومی خط غربت<br>(2000-2006) | < 2         | < 1.25      | انچ پی آئی قدر | انچ پی آئی 1 درجہ | انچ ڈی آئی درجہ | جنوبی ایشیائی ممالک |
|  |                             | دستیاب نہیں | دستیاب نہیں | 16.5           | 66                | 95              | مالدیپ              |
| 41.1                                   | 22.7                        | 39.7        | 14          | 16.8           | 67                | 102             | سری لنکا            |
| 46.8                                   | دستیاب نہیں                 | 49.5        | 26.2        | 33.7           | 102               | 132             | بھوٹان              |
| 36.8                                   | 28.6                        | 75.6        | 41.6        | 28             | 88                | 134             | بھارت               |
| 31.2                                   | 32.6                        | 60.3        | 22.6        | 33.4           | 101               | 142             | پاکستان             |
| 47.3                                   | 30.9                        | 77.6        | 55.1        | 32.1           | 99                | 144             | نیپال               |
| 31                                     | 40                          | 81.3        | 49.6        | 36.1           | 112               | 146             | بنگلہ دیش           |

ماخذ: اقوام متحدہ کی انسانی ترقی رپورٹ، 2009ء

تناسب (انچ پی آر) یعنی خط غربت سے نیچے آبادی کی شرح دگنی سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انچ پی آر خط غربت کی تعریف سے بہت متاثر ہوتا ہے کیونکہ خط غربت میں معمولی سی تبدیلی سے انچ پی آر میں نمایاں تبدیلی آ جاتی ہے۔ اس تغیر کے اثر کی توضیح اس بنیادی مفروضے کے ذریعے کی جاسکتی ہے کہ ملک میں آبادی کا بڑا حصہ (تقریباً 40 فیصد) خط غربت کے آس پاس ہے اور کسی معاشی دھچکے کا آبادی کے اس حصے پر خاصا اثر پڑ سکتا ہے۔ معاشی سست رفتاری، بلند گرانی، بعض اہم اجناس کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ، دہشت گردی کے خلاف جنگ کی بلند لاگت<sup>14</sup> اور اس کے سخت منفی نتائج جیسے لوگوں کا بے گھر ہونا، معیشت کے لیے منفی دھچکے ثابت ہوئے ہیں۔

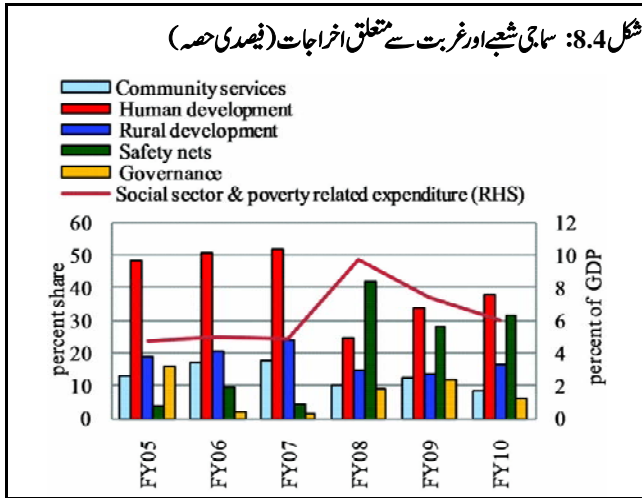
ان تمام عوامل نے عوام کی قوت خرید پر منفی اثر ڈال کر غربت کی شرح میں اضافہ کیا ہوگا۔ ملک میں غربت کی موجودہ شرح سیلاب کی وجہ سے مزید بگڑے گی کیونکہ اس سے نہ صرف دیہی آبادی کا روزگار متاثر ہوا ہے بلکہ املاک، زرعی زمین اور انفراسٹرکچر وغیرہ کو بھاری نقصان پہنچا ہے۔ تاہم تازہ ترین اعداد و شمار کی عدم دستیابی کے باعث آمدنی کی غربت کا عمیق تجربہ یا مقداری پیش گوئی کرنا ممکن نہیں۔ اس مسئلے کی شدت کے پیش نظر منصوبہ بندی کمیشن نے ملک میں غربت کے اعداد و شمار کا تخمینہ لگانے کے لیے سروے شروع کیا ہے۔

جہاں تک آمدنی کی عدم مساوات کا تعلق ہے، جنوبی ایشیائی گروپ کے اندر پاکستان کی پوزیشن قدرے بہتر ہے۔ اس کا جنی عددی سر دوسرے نمبر پر سب سے کم ہے۔ سرفہرست بنگلہ دیش ہے (دیکھئے جدول 8.4)۔ 2000-06ء کی مدت کے دوران آمدنی کی عدم مساوات میں اضافے کا رجحان دیکھا گیا جب مجموعی غربت کم ہو رہی تھی۔ جنی عددی سر 2001ء میں 0.30 سے بڑھ کر 2006ء میں 0.35 ہو گیا جبکہ بلند ترین سے پست ترین کا تناسب 2001ء میں 10.4 سے بڑھ کر 2006ء میں 13 ہو گیا۔



ایم ٹی ڈی ایف کا بنیادی مقصد تخفیف غربت ہے اس لیے اہداف اور اظہار بے ہزار یہ ترقیاتی مقاصد سے ہم آہنگ رکھے گئے ہیں۔ دستیاب اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ آمدنی کی غربت میں کمی کے حوالے سے پاکستان اپنے ایم ٹی ڈی ایف ہدف سے پیچھے ہے جس کے تحت انچ پی آر 21 فیصد ہونا چاہیے جبکہ 22.3 فیصد ہے۔ مطلق تعداد کے حوالے سے پاکستان کو اپنا انچ پی آر 2001ء میں 4 کروڑ 92 لاکھ سے کم کر کے 2010ء میں 3 کروڑ 23 لاکھ کر لینا چاہیے لیکن یہ تعداد ساڑھے 3 کروڑ ہے (دیکھئے شکل 8.3)۔

<sup>14</sup> دہشت گردی کے خلاف جنگ کی لاگت مئی 06ء میں 259 ارب روپے سے بڑھ کر مئی 09ء میں 678 ارب روپے ہو گئی ہے۔



مالیاتی ذمہ داری اور متحدہ قرضہ ایکٹ 2005ء کے تحت حکومت کی ذمہ داری ہے کہ جی ڈی پی کا کم از کم 4.5 فیصد سماجی بہبود اور غربت میں کمی پر خرچ کرے۔ پچھلے پانچ برسوں کے دوران حکومتیں پانچ زمروں کے تحت 17 غریب دوست شعبوں<sup>15</sup> میں رقوم خرچ کر کے اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں کامیاب رہی ہیں (دیکھئے شکل 8.4)۔ مالی سال 2008ء کے سوا ان تمام برسوں میں انسانی ترقی کے زمرے کو سب سے زیادہ حصہ ملتا رہا ہے۔ مئی 08ء میں سب سے زیادہ حصہ سیفٹی نیٹ زمرے کا تھا جس میں غذائی زراعت کی جگہ زراعت کو شامل کیا گیا اور یہ اس زمرے کے بڑے شعبوں میں شامل تھا۔ اب پانچ بڑے گروپوں میں اس زمرے کا حصہ دوسرے نمبر پر بلند ترین ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حکومت کو یہ زراعت بتدریج ختم کرنا ہوگی اور اس کی جگہ طویل مدت میں غریبوں کو براہ راست امداد دی جاسکتی ہے۔ یہ امر باعث تشویش ہے کہ اگرچہ غربت سے متعلق اخراجات 4.5 فیصد کی لازمی سطح سے اوپر ہیں تاہم پچھلے دو برسوں میں ان میں کمی آئی ہے۔ 2008ء میں یہ 9.7 فیصد تھے اور 2010ء میں کم ہو کر 6 فیصد رہ گئے۔ غربت کم کرنے پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے حکومت نے گزشتہ برس ایکشن پلان 2010-2011ء کی تخفیف غربت حکمت عملی میں غریب دوست اخراجات 860 ارب روپے سے بڑھا کر 1049 ارب روپے کر دیے (دیکھئے باکس 8.4)۔ تاہم غذائی تباہی کے پیش نظر آئندہ برسوں میں غریب دوست بجٹ میں مزید اضافے کی ضرورت ہوگی۔

#### باکس 8.4: تخفیف غربت کی حکمت عملی کا سالانہ منصوبہ 2010-2011ء

تخفیف غربت کی حکمت عملی کا سالانہ منصوبہ 2010-2011ء میں معاشی، سماجی اور نظم و نسق کے پہلوؤں اور مندرجہ ذیل شعبوں کو شامل کیا گیا ہے:

##### ☆ غریبوں کو پیداواری اٹاؤں کی فراہمی

ریاستی زمین کی تقسیم: (الف) بے زمین افراد کو ریاست کی زمین فراہم کی جائے گی خصوصاً غریب کنبوں کی خواتین کو، (ب) زمین خریدنے کے لیے ضرورت مندوں کو قرض فراہم کی جائے گی (ج) زمین کی منڈی میں ادارہ جاتی تبدیلیاں کی جائیں گی۔

گھربانی اور ڈیری کی ترقی: حکومت استعداد کاری، بنی امداد اور مالی مدد کے ذریعے تعاون کرے گی۔

ایس ایم ای: چھوٹے اور درمیانہ درجے کے کاروباری اداروں کو فروغ دینے کے لیے تجارتی ترقی کی خدمات فراہم کی جائیں گی اور کامن فیسلٹی سینٹرز کو فروغ دینے کے لیے کوششیں کی جائیں گی۔

خرد مالکاری: مالی مصنوعات کی تیار کی ادارے مضبوط بنائے جائیں گے اور قرضے تک خواتین کی رسائی بڑھائی جائے گی۔ مالی خدمات کے لیے قانونی فریم ورک کو تقویت دی جائے گی۔

##### ☆ انسانی ترقی اور صنفی اعتبار سے عوام کو مرکزی دھارے میں لانے کے پروگراموں کے ذریعے لوگوں کی استعداد بڑھانا

اس سلسلے میں ملک کی معاشی نمو کے لیے آبادیاتی تبدیلی یعنی کام کے قابل آبادی کے بڑھتے ہوئے حصے کو استعمال کیا جائے گا۔

تعلیم: بنی تعلیمی پالیسی میں تعلیم ورورکار کے مواقع کے حوالے سے صنفی اور علاقائی مساوات پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔

صحت: بنی صحت پالیسی میں ”صحت سب کے لیے“ کا ہدف اپنایا گیا ہے۔

پانی اور صفائی: نجواہی بہبود کے پروگراموں اور دیگر اقدامات کے ذریعے پانی کی فراہمی اور صفائی کی سہولتوں پر سرکاری اخراجات بڑھائے جائیں گے۔

صنفی مساوات

مہارتوں کی ترقی: صنعتی و معاشی ترقی کے لیے ضرورت کی بنیاد پر مہارتیں فراہم کرنے کے لیے نیشنل اسکولز اسٹریٹجی (2008-2012ء) جاری رکھی جائے گی۔

##### ☆ انتہائی غریب اور کمزور طبقات کے تحفظ کے لیے سیفٹی نیٹ کی فراہمی

اس زمرے میں سنے پروگرام جیسے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام اور پرانے پروگراموں کو مؤثر اور کارگر بنانا شامل ہے جیسے پاکستان بیت المال، اولڈ ایج بینڈ فنڈ انسٹی ٹیوشن اور ایمپلائڈ سوشل سیکورٹی انسٹی ٹیوشن وغیرہ۔

##### ☆ تخفیف غربت پروگراموں کی مالکاری کے لیے وسائل کی فراہمی

189 ارب روپے کے اضافے سے غریب دوست اخراجات 1049 ارب روپے ہو جائیں گے۔

<sup>15</sup> (i) سڑکیں، شاہراہیں اور پل (ii) پانی کی فراہمی اور صفائی ستھرائی (iii) تعلیم (iv) صحت (v) آبادی کی منصوبہ بندی (vi) آب پاشی (vii) زمین کی ریکیٹیشن (viii) دیہی ترقی (ix) دیہات میں بجلی کی تنصیب (x) انصاف کی فراہمی (xi) امن و امان (xii) سوشل سیکورٹی اور دیگر بہبودی سہولتیں (xiii) قدرتی آفات و تباہیاں (xiv) غذائی زراعت (xv) غذائی امداد پروگرام (xvi) توانا پاکستان (xvii) سستی رہائش۔



### 8.3 روزگار

شرح ہیر وزگاری کے زمرے میں 200 ممالک میں پاکستان 142 ویں نمبر<sup>16</sup> پر ہے جبکہ محنت کش قوت کی تعداد کے حوالے سے پاکستان کا درجہ دسواں ہے۔<sup>17</sup> جنوبی ایشیائی گروپ میں نیپال اور مالدیپ کے بعد پاکستان شرح ہیر وزگاری کے حوالے سے تیسرے نمبر پر ہے<sup>18</sup> (ہیر وزگاری کے عالمی رجحانات کے لیے دیکھئے باکس 8.5)۔ اب سیلاب کی تباہی سے ملک میں ہیر وزگاری کی صورتحال مزید بگڑنے کا اندیشہ ہے۔

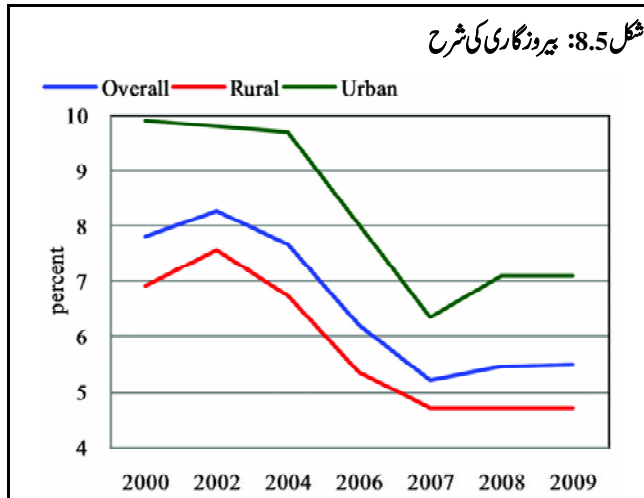
#### باکس 8.5: روزگار کے عالمی رجحانات

2008ء میں شروع ہونے والے عالمی معاشی بحران نے دنیا میں محنت کش منڈی پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں اور روزگار کے بحران کو جنم دیا ہے۔ حالیہ معاشی بحالی محنت کش منڈی کی بحالی سے مختلف ہے کیونکہ شرح ہیر وزگاری نمو کا مؤثر اظہار یہ ہے۔ اس امر کے پیش نظر محنت کش منڈی اور روزگار کے بحران کے حوالے سے عالمی سطح پر اقدامات کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔ عالمی روزگاری صورتحال کے نمایاں پہلو یہ ہیں:

- ☆ چار دہائیوں تک ہیر وزگاری میں کمی کے بعد 2008ء میں عالمی شرح ہیر وزگاری بڑھنا شروع ہوئی۔ 2007ء سے 3 کروڑ 40 لاکھ افراد ہیر وزگاروں کی صف میں شامل ہو چکے ہیں اور 2009ء میں 2008ء سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ مزید یہ کہ آئی ایل او کے تخمینوں کے مطابق 2010ء میں بھی ہیر وزگان جاری رہے گا۔
- ☆ ہیر وزگاری کی شرح میں سب سے زیادہ اضافہ عالمی ہیر وزگاری کے اضافے کے دو تہائی سے زیادہ) وسطی اور جنوب مشرقی یورپ، آزاد ریاستوں کی دولت مشترکہ (سی آئی ایس) اور شمالی افریقہ میں دیکھا گیا۔
- ☆ جنوبی ایشیائی خطے میں ہیر وزگاری میں 2009ء کے دوران 5.9 فیصد اضافہ ہوا اور اس خطے میں صنعتی فرق تمام علاقوں میں تیسرے نمبر پر ہے (خواتین کی ہیر وزگاری مردوں کے دگنے سے بھی زیادہ ہے) تاہم یہ فرق عالمی بحران سے مخصوص نہیں۔
- ☆ دنیا کے زیادہ تر علاقوں میں محنت کشوں کی پیداواریت اور پیداوار فی کارکن میں بھی کمی آئی۔ سب سے بڑی کمی (4.7)۔ وسطی و جنوب مشرقی یورپ (جو یورپی یونین میں شامل نہیں) اور سی آئی ایس میں آئی۔
- ☆ دنیا میں محنت کش قوت کی شرح شرکت (ایل ایف پی آر) 1999-2009ء کے درمیان 0.8 فیصدی درجے گئی۔ تاہم پچھلے سال کے دوران علاقائی سطح پر یہ شرح مستحکم رہی۔ ترقی یافتہ ممالک، یورپی یونین اور اس کے ساتھ وسطی و جنوب مشرقی یورپ اور سی آئی ایس میں ایل ایف پی آر میں کمی مشرق وسطی، شمالی افریقہ اور صحرائے عظیم کے جنوب کے افریقی ممالک میں اضافے کی وجہ سے برابر ہو گئی۔

ماخذ: روزگار کے عالمی رجحانات 2010ء

2007ء سے معاشی سست رفتاری کی وجہ سے شرح ہیر وزگاری بڑھنے لگی۔ 2003-07ء کے دوران اس کا رجحان کمی کی جانب تھا (دیکھئے شکل 8.5)۔ ہیر وزگار محنت کشوں کی تعداد



2007ء میں 27 لاکھ 30 ہزار سے بڑھ کر 2009ء میں 29 لاکھ 80 ہزار ہو گئی جبکہ محنت کش قوت 32 لاکھ 60 ہزار بڑھ گئی (دیکھئے جدول 8.5)۔ افرادی قوت کے استعمال کے حوالے سے صوبوں کے حصوں میں کوئی نمایاں تبدیلی دیکھنے میں نہیں آئی۔ پنجاب کا حصہ 55 فیصد سے زائد ہے اور اس کے بعد سندھ، خیبر پختونخوا اور بلوچستان کا نمبر آتا ہے۔

دیہی شہری کی تقسیم کے اعتبار سے دیکھا جائے تو شرح ہیر وزگاری دیہات کے مقابلے میں شہروں میں زیادہ ہے (دیکھئے شکل 8.5)۔ اس کا تعلق ملک میں نمو کی صورتحال سے جوڑا جاسکتا ہے۔ پچھلے دو برسوں میں صنعتی نمو بجلی کی قلت، امن و امان کی صورتحال وغیرہ کی بنا پر زیادہ متاثر ہوئی، بمقابلہ زرعی شعبے کے جو دیہی علاقوں میں بنیادی پیشہ ہے۔ صنعتوں کے لحاظ محنت کش قوت کی تقسیم بھی

| جدول 8.5: محنت کش قوت اور روزگار کے رجحانات |       |       |                  |       |       |                    |       |       |                    |       |       |
|---|-------|-------|------------------|-------|-------|--------------------|-------|-------|--------------------|-------|-------|
| محنت کش قوت (ملین)                          |       |       | ہیر وزگار (ملین) |       |       | برسر روزگار (ملین) |       |       | محنت کش قوت (ملین) |       |       |
| 2009ء                                       | 2008ء | 2007ء | 2009ء            | 2008ء | 2007ء | 2009ء              | 2008ء | 2007ء | 2009ء              | 2008ء | 2007ء |
| 32.81                                       | 32.81 | 32.17 | 2.98             | 3.04  | 2.73  | 52.71              | 51.62 | 49.68 | 55.67              | 54.6  | 52.41 |
| 34.29                                       | 34.29 | 33.84 | 1.76             | 1.7   | 1.72  | 35.53              | 34.32 | 34.9  | 37.29              | 36.02 | 36.62 |
| 29.87                                       | 29.87 | 28.87 | 1.28             | 1.28  | 1     | 17.18              | 17.3  | 14.79 | 18.46              | 18.58 | 15.79 |
| مجموعی                                      |       |       |                  |       |       |                    |       |       |                    |       |       |
| دیہی  |       |       |                  |       |       |                    |       |       |                    |       |       |
| شہری  |       |       |                  |       |       |                    |       |       |                    |       |       |

<sup>16</sup> یہ پوزیشن جتنی بلند ہوگی شرح روزگاری اتنی ہی زیادہ ہوگی۔

<sup>17</sup> ماخذ: سی آئی ای اور ولڈ ایکٹ بک۔ ان اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں شرح ہیر وزگاری 2009ء میں 14 فیصد تھی۔

<sup>18</sup> عالمی سطح پر نیپال 190 ویں اور مالدیپ 145 ویں پوزیشن پر ہے۔

اس دلیل کو تقویت دیتی ہے کیونکہ زراعت کے شعبے میں افرادی قوت کا فیصدی حصہ 2006ء میں 43 فیصد سے بڑھ کر 2009ء میں 45 فیصد ہو گیا ہے جبکہ دیگر تمام زمروں کا حصہ یکساں رہا یا کم ہو گیا (دیکھئے جدول 8.6)۔

| جدول 8.6: برسر روزگار محنت کش قوت کا مختلف صنعتوں میں حصہ (فیصد) |       |                     |        |                     |           |       |      |
|--|-------|---------------------|--------|---------------------|-----------|-------|------|
| سال  | زراعت | کانکری اور شیا سازی | قیمرات | جھلی و گیس کی تقسیم | ٹرانسپورٹ | تجارت | دیگر |
| 2006ء  | 43    | 14                  | 6      | 1                   | 15        | 6     | 15   |
| 2007ء  | 44    | 14                  | 7      | 1                   | 14        | 5     | 16   |
| 2008ء  | 45    | 13                  | 6      | 1                   | 15        | 5     | 15   |
| 2009ء  | 45    | 13                  | 6      | 1                   | 15        | 5     | 15   |

بہر حال حالیہ سیلاب سے ہونے والی تباہی کی بنا پر ملک میں روزگاری صورتحال تشویشناک ہوتی جا رہی ہے۔ سیلاب نے دو اہم پیشوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے: گلہ بانی جو دیہی آبادی کا اہم ذریعہ آمدنی ہے اور زراعت جس میں سب سے زیادہ افرادی قوت جاتی ہے۔ تقریباً 12 لاکھ چھوٹے بڑے جانور سیلاب میں ہلاک ہوئے اور ایک کروڑ 70 لاکھ ایکڑ زری زمین زیر آب آئی۔ چنانچہ بیروزگاری کی شرح میں اضافے کا ملک میں غربت کی صورتحال پر تباہ کن اثر پڑے گا۔

صنعتی تقسیم اہم ہے کیونکہ خواتین کل آبادی کا 48 فیصد سے زیادہ ہیں اور انہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم خواتین میں صرف 22 فیصد ملک کی محنت کش قوت میں شامل ہیں۔ خواتین میں شرح بیروزگاری (8.5 فیصد) مردوں (4.3 فیصد) سے خاصی زیادہ ہے اور زیادہ تر خواتین (72.4 فیصد)<sup>19</sup> بے ضابطہ شعبے میں کام کر رہی ہیں اور کم اجرت پاتی ہیں۔ روزگار کے زمرے کے اعداد و شمار سے بھی اسی طرح کی تصویر سامنے آتی ہے جس میں خواتین کی اکثریت (65 فیصد) کم اجرت پر گھریلو کام کرنے والوں کے زمرے میں آتی ہے جبکہ 20 فیصد مرد اس زمرے میں ہیں اور ان کے بعد خود روزگاری کا زمرہ (دیکھئے جدول 8.7) آتا ہے جس میں 13 فیصد سے زیادہ خواتین ہیں۔ حکومت کو احساس ہے کہ اقتصادی نمو کے لیے خواتین کا برسر روزگار ہوناسا قدر ضروری ہے اور یہ کہ آئی ایل او کے مساوی معاوضہ کنونشن (1951ء) کے تحت اجرتوں میں صنفی امتیاز کے بغیر کام کے مساوی مواقع فراہم کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔<sup>20</sup> اس مقصد کے لیے حکومت نے خواتین میں بیروزگاری کم کرنے کے لیے خصوصی پروگرام متعارف کرائے ہیں اور نئی لیبر پالیسی 2010ء میں وعدہ کیا ہے کہ خواتین کی موزوں ملازمتوں تک رسائی یقینی بنانے کے لیے قوانین پر نظر ثانی کی جائے گی۔

| جدول 8.7: روزگاری صورتحال بلحاظ صنف (فیصد) |     |             |          |     |        |        |
|--|-----|-------------|----------|-----|--------|--------|
| 2007-08ء                                   |     |             | 2008-09ء |     |        |        |
| مجموعی                                     | مرد | خواتین      | مجموعی   | مرد | خواتین |        |
| آجر  | 1   | دستیاب نہیں | 1        | 2   | 0      | خواتین |
| خود روزگار                                 | 34  | 40          | 33       | 39  | 13     |        |
| بلا اجرت گھریلو ملازم                      | 29  | 20          | 30       | 20  | 65     |        |
| ملازمین                                    | 36  | 40          | 36       | 40  | 22     |        |
| مجموعی                                     | 100 | 100         | 100      | 100 | 100    |        |

ماخذ: لیبر فورس سروے 2008-09ء

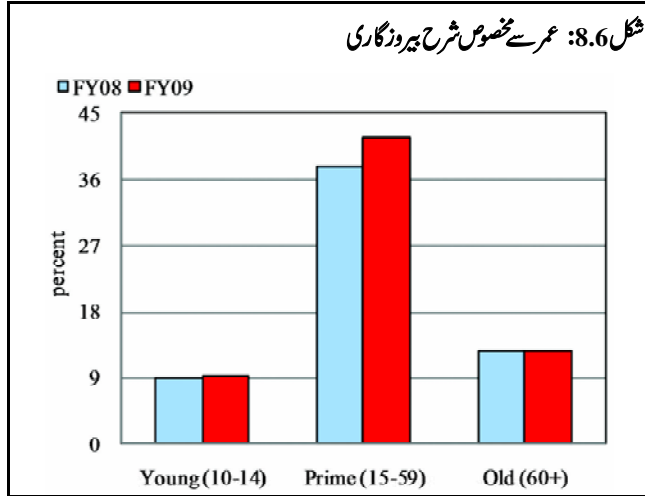
خواتین میں روزگاری علاقہ وارتجزیہ کرنے پر دلچسپ منظر نامہ سامنے آتا ہے۔ دیہی علاقوں کی روایتی مجبوریوں کے باوجود شہروں میں بیروزگاری کی شرح دیہات سے زیادہ ہے۔ 2008-09ء میں برسر روزگاری دیہی خواتین کی تعداد 90 لاکھ 9 ہزار جبکہ شہری علاقوں میں صرف 16 لاکھ 60 ہزار تھی۔ روزگاری کا شعبہ وارتجزیہ کرنے سے اس صورتحال کی وضاحت ہو جاتی ہے کیونکہ شعبہ زراعت میں محنت کش خواتین کی شرح (75 فیصد) مردوں (37.3 فیصد) کے دگنے سے بھی زیادہ ہے۔ دیہات میں خواتین زیادہ تر اپنے خاندان کے کھیتوں میں کام کرتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قدامت پسندانہ کلچر کے باوجود دیہات میں خواتین کے برسر روزگار ہونے کا تناسب زیادہ ہے۔ عمر کے لحاظ سے تجزیہ کرنے پر بھی فعال ترین عمر کے گروپ میں بیروزگاری کی شرح بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے (دیکھئے شکل 8.6)۔ اس صورتحال کی تشریح عمر کے حوالے سے آبادی کی بدلتی ہوئی ساخت سے ہو سکتی ہے جیسا کہ آبادی کے سیکشن میں واضح کیا گیا۔ مجموعی آبادی میں کام کے قابل آبادی کے بڑھتے ہوئے تناسب سے اس گروپ کی جانب سے روزگار کے مواقع کی طلب میں اضافہ ہوا ہے۔

<sup>19</sup> دیہات میں یہ شرح 77.8 فیصد اور شہروں میں 67.2 فیصد ہے۔

<sup>20</sup> پاکستان نے 2001ء میں اس کنونشن کی توثیق کی۔



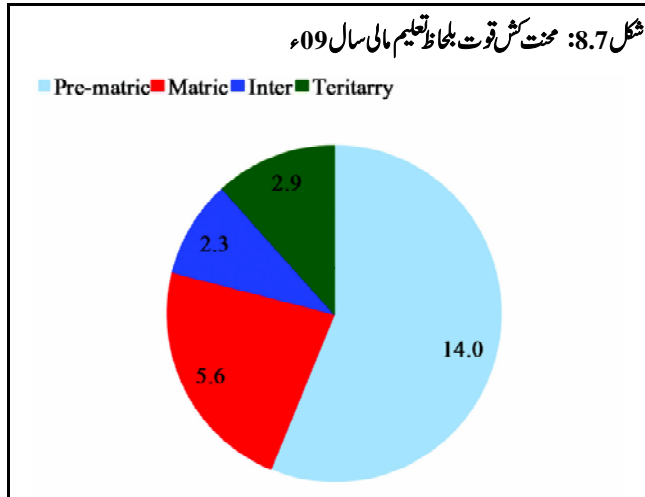
شکل 8.6: عمر سے مخصوص شرح پیروزگاری



تعلیم کے لحاظ سے تجزیہ کرنے پر بہت روشن تصویر سامنے نہیں آتی کیونکہ ناخواندہ محنت کشوں کی تعداد خواندہ محنت کشوں کے دگنے سے بھی زیادہ ہے۔

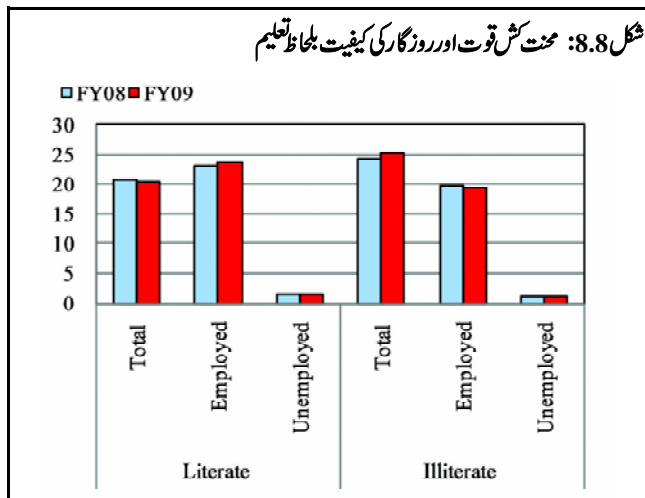
محنت کشوں میں تعلیمی سطح جتنی بلند ہے ان کا فیصدی حصہ اتنا ہی کم ہے (دیکھئے شکل 8.7)۔ تاہم پچھلے سال روزگار حاصل کرنے والے ناخواندہ محنت کشوں کی شرح میں اضافہ ہوا اور روزگار حاصل کرنے والے ناخواندہ محنت کشوں کی شرح میں کمی آئی ہے (دیکھئے شکل 8.8)۔ یہ کیفیت اس واقعاتی استدلال سے سمجھی جاسکتی ہے کہ معاشی بحالی کے زمانے میں صنعتیں اسامیوں کو زیادہ سے زیادہ مؤثر طور پر استعمال کرنے کی کوشش کرتی ہیں<sup>21</sup> اور زیادہ تعلیم یافتہ اور تکنیکی عملہ رکھتی ہیں۔ آبادی کا بدلتا ہوا ڈھانچہ جس میں کام کے قابل گروپ کا تناسب بڑھ رہا ہے اور ساتھ ہی ناخواندہ محنت کشوں کا بلند تناسب اس امر کی ضرورت اجاگر کرتا ہے کہ آبادی سے فائدہ اٹھانے کے لیے تعلیم اور فنی تربیت پر زیادہ توجہ مرکوز کی جائے۔

شکل 8.7: محنت کش قوت بلحاظ تعلیم مالی سال 09ء



غریبوں کو نمو کے فوائد پہنچانے کے لیے روزگار کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے حکومت نے کثیر جہتی پالیسیاں اختیار کی ہیں۔ ان پالیسیوں میں نہ صرف شرح پیروزگاری کم کر کے ایم ٹی ڈی ایف کے 4 فیصد کے ہدف تک لانے پر زور دیا گیا ہے بلکہ آئی ایل او کے باوقار روزگار، مہارتوں میں بہتری اور انسانی ترقی کے ایجنڈے پر بھی توجہ ہے۔ پی آر ایس پی II کے مطابق حکومت دو قسم کے پروگراموں کے ذریعے روزگار میں اضافہ کر رہی ہے: (i) بھرپور لیبر پر مشتمل پبلک ورکس اور (ii) قرضے پر مبنی خود روزگار۔ پبلک ورکس کسی دھچکے کے دوران صرف کو ہموار کرنے یا سال بھر کے تخفیف غریب پروگرام کے لیے براہ راست لیکن عارضی قدم ہے۔ تاہم قرضے پر مبنی پروگرام طویل مدت میں غریبوں کی اوسط حقیقی آمدنی بڑھانے کے لیے بالواسطہ اقدامات ہیں۔ حکومت کے موجودہ پالیسی اقدامات میں سرمایہ کاری اور معاشی نمو کو تیز کرنا، کم سے کم اجرت 6000 روپے سے بڑھا کر 7000 روپے کرنا، ایس ایم ای بینک اور خرد مالکاری کے اداروں سے قرض کی سہولت، پاکستان اسکلنگ پروگرام وغیرہ شامل ہیں۔ روزگار پیدا کرنے کے علاوہ حکومت نے سیفٹی نیٹ پروگراموں کو بھی توسیع دی ہے تاکہ غریبوں کو فوری مدد فراہم ہو سکے۔ سیلاب کی تباہ کاری کے پیش نظر آئندہ برسوں میں روزگار پیدا کرنا دو وجوہ سے دشوار ہوگا:

شکل 8.8: محنت کش قوت اور روزگار کی کیفیت بلحاظ تعلیم



- بے گھر افراد اپنے سابقہ روزگار سے وابستہ نہ رہ سکیں گے
- سیلاب کے متاثرین کی آبادکاری کے عمل میں روزگار پیدا کرنے کے عمل کی از حد ضرورت ہوگی تاکہ طویل مدت میں پائیدار باوقار زندگی کو یقینی بنایا جاسکے۔

<sup>21</sup> عالمی روزگار کے رجحانات 2010ء، عالمی ادارہ محنت۔

## 8.4 تعلیم

حکومت پاکستان جو اعلان ہزارہ 2000ء اور ڈاکٹر فریم ورک 2000ء کے دستخط کنندگان میں شامل ہے تعلیم کو فروغ دینے کے عزم پر قائم رہی ہے اور اس سلسلے میں کئی اقدامات کیے گئے ہیں۔ آئین پاکستان میں تعلیم کو بنیادی حق قرار دیا گیا ہے اور اٹھارہویں ترمیم کی شق 25 الف میں ”قانون کے تحت 5 سے 16 سال کی عمر کے تمام بچوں کے لیے تعلیم مفت اور لازمی“ ٹھہرائی گئی ہے۔ تعلیم کی سہولت بہم پہنچانے کے لیے مختلف پالیسیاں اختیار کی گئی ہیں جن میں تعلیمی پالیسی 2009ء تازہ ترین اقدام ہے (دیکھئے ہیکس 8.6)۔

### ہیکس 8.6: قومی تعلیمی پالیسی 2009ء<sup>22</sup>

حکومت پاکستان ملک میں تعلیم تک رسائی، اس کے معیار کی بہتری اور مساوی تعلیمی مواقع کی فراہمی کے لیے مختلف پالیسیاں متعارف کرائی رہی ہے۔ تازہ ترین پالیسی 2009ء میں سامنے آئی۔ اس پالیسی کے نمایاں پہلو یہ ہیں:

#### اغراض و مقاصد:

- 1۔ افراد اور معاشرے کی سماجی، سیاسی اور روحانی ضروریات کی تکمیل کے لیے موجودہ نظام تعلیم کا احیا کرنا۔
- 2۔ تمام عقائد و مذاہب کا احترام اور ثقافتی و نسلی تنوع کو تسلیم کرتے ہوئے قومی اتحاد کو فروغ دینا۔
- 3۔ پاکستان کے تمام شہریوں، لڑکوں اور لڑکیوں، مجرم اور پسماندہ طبقات اور خصوصی بچوں اور بڑوں کے لیے تعلیم کے مساوی مواقع فراہم کرنا۔
- 4۔ خود انصاری کا حامل فرد تشکیل دینا جو تیز رفتاری سے سوج اور رائج کے قابل ہو۔
- 5۔ جمہوری اور اخلاقی اقدار سے وابستہ افراد کو پروان چڑھانا جو بنیادی انسانی حقوق سے آگاہ اور نئے خیالات قبول کرنے پر آمادہ ہوں اور ذاتی ذمہ داری اور فلاح عامہ کے لیے معاشرے کی پیداواری سرگرمیوں میں شرکت کا احساس رکھتے ہوں۔
- 6۔ حکومت کے تعلیمی اداروں میں معیار تعلیم کو بلند کر کے سرکاری نظام تعلیم پر اعتماد بحال کرنا۔
- 7۔ سیاسی عزم کے ذریعے خدمات کی فراہمی کو بہتر بنانا اور نسلی نظم و نسق کو مضبوط بنانا۔
- 8۔ پاکستان کو ڈاکٹر فریم ورک آف ایکشن، ایجوکیشن فار آل کے اہداف اور تعلیم سے متعلق ہزارہ ترقیاتی مقاصد کے حوالے سے اپنے وعدے پورے کرنے کے قابل بنانا۔
- 9۔ ابتدائی تعلیم کو عام کر کے اور ساتھ ہی ادارہ جاتی تعلیم بالغاں پر وگراموں کے ذریعے کم کم مدت کے اندر ناخواندگی کو ختم کرنا۔
- 10۔ فرد کو اپنے ہنر کے ذریعے دیانتداری سے روزی کمانے کے قابل بنانا جس سے قومی معیشت ترقی پائے اور فرد زندگی میں اپنے لیے تعلیمات کی روشنی میں فیصلے کر سکے۔
- 11۔ اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں تحقیق کی حوصلہ افزائی کرنا تاکہ ملک کی معاشی نمو تیز ہو سکے۔
- 12۔ تعلیمی ترقی کے لیے ایک قومی عمل کا اہتمام کرنا جس سے صوبوں کے درمیان فرق کم ہو سکے۔

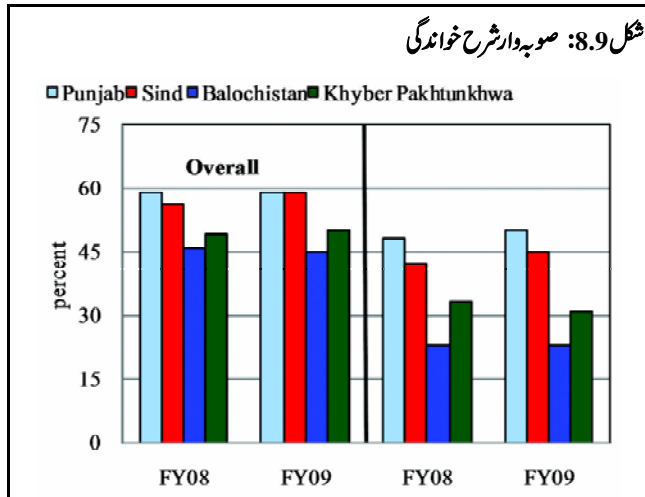
#### پالیسی اقدامات:

- 1۔ صوبائی اور علاقائی حکومتیں 2015ء تک سب کے لیے مفت پرائمری تعلیم اور 2025ء تک دسویں جماعت تک تعلیم کے ہدف کا اثبات کریں گی۔
- 2۔ صوبائی اور علاقائی حکومتیں انٹرمیڈیٹ کے داخلوں کے اہداف حاصل کرنے کے منصوبے تیار کریں گی۔
- 3۔ تعلیم کے مرکزی دھارے اور غیر پیشہ ورانہ تعلیمی پروگراموں میں خصوصی افراد کی شمولیت کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔
- 4۔ تعلیم کی تیاری، عمل اور نتائج کے لیے قومی معیار مقرر کیے جائیں گے۔ ایک قومی اتھارٹی برائے معیار تعلیم قائم کی جائے گی۔ ان معیارات کی وجہ سے کسی صوبائی اور علاقائی حکومت کے ادارے کا یہ اختیار مجروح نہ ہوگا کہ وہ اپنے معیارات مقرر کر سکیں جو کم سے کم مقررہ معیارات سے بلند ہوں۔
- 5۔ صوبائی اور ضلعی حکومتیں معیار تعلیم کو یقینی بنانے کے لیے نگرانی اور معائنہ کے نظام قائم کریں گی۔
- 6۔ نظام تعلیم کو سخت کنٹرول منڈی سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔
- 7۔ یونیورسٹیاں اور تحقیقی ادارے معیشت میں اختراع کو فروغ دینے کے لیے تحقیق پر زیادہ زور دیں گے۔
- 8۔ تعلیمی نصاب وغیرہ میں اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ عالمگیریت سے منسلک مشکلات اور مواقع کی پوری تفہیم ہو۔
- 9۔ حکومت 2015ء تک تعلیم کے لیے جی ڈی پی کا 7 فیصد وقف کرنے کا عزم کرے گی۔ تعلیم کے مختلف ذیلی شعبوں کے لیے (مستجاب رقم میں سے) تناسب کے لحاظ سے رقم مختص کرنے کا فارمولہ صوبائی اور علاقائی حکومتیں وضع کریں گی۔
- 10۔ حکومت نجی شعبے کی شرکت میں اضافے کے طریقے تلاش کرے گی خصوصاً محروم طبقات کے بچوں کے لیے۔ امدادی گرانٹ کے طور پر تعلیمی بجٹ کی کچھ رقم (جس کا فیصلہ ہر صوبہ کرے گا) بہبودی یا نان پرافٹ تعلیمی اداروں کے لیے مختص کی جائے گی۔
- 11۔ نجی شعبے کے لیے چیک اور توازن کا ایک نظام تشکیل دیا جائے گا تاکہ فیس، اسکول کے معیار، اساتذہ کی تنخواہوں، رویے اور حفظان صحت کے مسائل وغیرہ کی نگرانی کی جاسکے۔
- 12۔ بین الاقوامی رقوم لانے کی حکمت ہائے عملی وضع کر کے تعلیم کے مجموعی وسائل مزید بڑھائے جائیں گے۔
- 13۔ عطیہ دہندگان کے لیے ہم آہنگی اور ترقیاتی پارٹنرز اور سرکاری اداروں کے درمیان بہتر روابط کا نظام تشکیل دیا جائے گا۔
- 14۔ تعلیم سے متعلق تمام اخراجات پر ”مفت“ تعلیم کا تصور لاگو ہوگا جس میں ایشیائی، بسمتوں، ٹرانسپورٹ اور کھانے پر ہونے والے اخراجات شامل ہیں جو فی الوقت اس دائرے میں نہیں آتے اور انہیں غریب بچوں کے لیے ضرورت کی بنیاد پر استعمال کیا جائے گا۔

| جدول 8.8: تعلیمی اظہاریے             |          |          |        | فیصد میں |
|--------------------------------------|----------|----------|--------|----------|
| 2008-09ء                             | 2007-08ء | 2006-07ء |        |          |
| شرح خواندگی (10 سال یا زیادہ)        |          |          |        |          |
| 69                                   | 69       | 67       | لڑکے   |          |
| 45                                   | 44       | 42       | لڑکیاں |          |
| 48                                   | 49       | 45       | دیہی   |          |
| 74                                   | 71       | 72       | شہری   |          |
| 57                                   | 56       | 55       | مجموعی |          |
| مجموعی شرح داخلہ پرائمری (مر 5 تا 9) |          |          |        |          |
| 99                                   | 97       | 99       | لڑکے   |          |
| 83                                   | 83       | 81       | لڑکیاں |          |
| 85                                   | 83       | 84       | دیہی   |          |
| 106                                  | 106      | 106      | شہری   |          |
| 91                                   | 91       | 91       | مجموعی |          |
| خالص شرح داخلہ پرائمری (مر 5 تا 9)   |          |          |        |          |
| 61                                   | 59       | 60       | لڑکے   |          |
| 54                                   | 52       | 51       | لڑکیاں |          |
| 53                                   | 51       | 52       | دیہی   |          |
| 68                                   | 66       | 66       | شہری   |          |
| 57                                   | 55       | 56       | مجموعی |          |
| ماخذ: اقتصاد سروس 2009-10ء           |          |          |        |          |

حکومت کی کوششوں کی بنا پر ملک میں تعلیمی اظہاریوں میں، آہستہ رفتار سے ہی سہی، لیکن بہتری آئی ہے۔ تازہ ترین دستیاب اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواندگی کی شرح م 09ء میں تھوڑی بہتر ہوئی ہے اور م 08ء کے 56 فیصد کے مقابلے میں 57 فیصد ہو گئی ہے (دیکھئے جدول 8.8)۔ تعلیمی اعداد و شمار کے عمیق تجزیے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہری آبادی کی شرح خواندگی بہتر ہو گئی ہے تاہم دیہی آبادی میں یہ م 08ء کی نسبت م 09ء میں کم ہو گئی ہے۔ ایک مثبت پیش رفت یہ ہوئی کہ م 08ء کے مقابلے میں م 09ء میں خواتین کی شرح خواندگی میں اضافہ ہوا جبکہ مردوں کی شرح خواندگی میں تبدیلی نہیں ہوئی (دیکھئے شکل 8.9)۔

شرح خواندگی کے صوبہ وار جائزے سے صوبوں کے درمیان بہت فرق ظاہر ہوتا ہے۔ مجموعی اور خواتین کی تعلیم دونوں کے لحاظ سے پنجاب سب سے زیادہ خواندہ صوبہ ہے۔ سب سے کم تعلیم بلوچستان میں ہے جہاں م 08ء کے مقابلے میں م 09ء کے دوران مجموعی شرح خواندگی میں کمی ہوئی۔ سندھ اور خیبر پختونخوا میں مجموعی شرح خواندگی بڑھی۔ پنجاب میں دوسرے صوبوں کے مقابلے میں خواندگی کی بہتر صورتحال پچھلی دہائی کے دوران تعلیمی اصلاحات کے بہتر نفاذ سے منسوب کی جاسکتی ہے۔ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں خواتین کی شرح خواندگی کی کم شرح کی وجہ روایات ہو سکتی ہیں۔



تعلیم کے دیگر اظہاریوں میں خالص شرح داخلہ (این ای آر) میں مجموعی طور پر نیز دیہی، شہری، لڑکوں اور لڑکیوں کی سطحوں پر م 09ء کے دوران بہتری آئی (دیکھئے جدول 8.8)۔ دوسری طرف م 08ء کی طرح مجموعی شرح داخلہ م 09ء میں بھی 91 فیصد رہی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ تعلیم کے مختلف اظہاریوں میں بہتری کے باوجود علاقائی تقابل سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان کی کارکردگی قدرے کمزور رہی ہے۔ پاکستان کی شرح خواندگی نسبتاً کم اور تعلیم پر سرکاری اخراجات خطے میں سب سے کم ہیں۔ اس اعتبار سے پاکستان علاقے کے دیگر ملکوں سے پیچھے ہے (دیکھئے جدول 8.9)۔

ملک میں تعلیم کے دیگر اظہاریوں کے مزید تجزیے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان ایم ٹی ڈی ایف سے منسلک اہداف اور ایم جی ڈی اہداف (2015ء) حاصل نہیں کر سکے گا۔ م 09ء میں خواندگی کی شرح 57 فیصد رہی جو ایم ٹی ڈی ایف کے ہدف 77 فیصد اور ایم جی ڈی کے ہدف 100 فیصد سے، جو بالترتیب 2010ء اور 2015ء میں پورے کرنے ہیں، بہت نیچے ہے۔ صنف کے لحاظ سے خواندگی کی موجودہ شرح بھی ایم ٹی ڈی ایف اور ایم جی ڈی کے اہداف سے کم ہے۔ اسی طرح یہ بھی بعید از امکان معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان دیگر اظہاریوں کے حوالے سے بھی تعلیم کے اہداف حاصل نہیں کر سکے گا جیسے این ای آر اور پانچویں جماعت تک اسکول میں رہنے والے طلبہ کی شرح۔

| جدول 8.9: جنوبی ایشیائی ممالک کا مقابلہ |                         |        |                                      |                            |      |
|---|-------------------------|--------|--------------------------------------|----------------------------|------|
| شرح خواندگی                             | پرائمری کی تکمیل کی شرح |        | تعلیم پر سرکاری اخراجات فی صدی ڈی پی | طلبہ استاد تناسب (پرائمری) |      |
|   | لڑکے                    | لڑکیاں |                                      |                            |      |
| بنگلہ دیش                               | 55.0                    | 55.6   | 59.6                                 | 2.4                        | 43.7 |
| بھوٹان                                  | 52.8                    | 84.6   | 92.4                                 | 5.1                        | 27.7 |
| بھارت                                   | 62.8                    | 95.3   | 91.7                                 | 3.2                        | 40.2 |
| مالدیپ                                  | 98.4                    | 116.7  | 109.0                                | 8.1                        | 13.3 |
| نیپال                                   | 57.9                    | 79.1   | 71.8                                 | 3.8                        | 37.8 |
| پاکستان                                 | 53.7                    | 66.9   | 53.4                                 | 2.9                        | 40.7 |
| سری لنکا                                | 90.6                    | 104.8  | 105.0                                | دستیاب نہیں                | 23.8 |

ماخذ: عالمی ترقیاتی اظہار، 2010ء

2009ء کے دوران ایک اہم پیش رفت ساتویں فنانس کمیشن ایوارڈ کی منظوری تھی جس میں وفاقی حکومت اور صوبوں کے درمیان محاصل کی تقسیم کا مکیزم دیا جاتا ہے۔<sup>23</sup> ایوارڈ کے تحت وفاقی حکومت نے قابل تقسیم پول میں صوبوں کا حصہ بڑھانے اور کلکشن چارجز کم کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ قابل تقسیم پول میں اضافے سے تعلیم اور صحت جیسی بنیادی سہولتوں کی فراہمی کے حوالے سے صوبائی حکومتوں کی ذمہ داریاں بڑھ جائیں گی۔ اس سے ان بنیادی سہولتوں کی فراہمی کے سلسلے میں صوبوں کی خود انحصاری میں اضافہ ہوگا اور صوبائی حکومتوں کے پروگرام مقامی ضروریات سے زیادہ ہم آہنگ ہوں گے۔

مندرجہ بالا بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ تعلیمی اظہاریوں میں بہتری کے باوجود پاکستان کے شعبہ تعلیم کو اہم مسائل اور دشواریوں کا سامنا ہے جن میں خواتین کی کم شرح خواندگی خصوصاً دیہات میں، پرائمری تعلیم کی تکمیل کی کم شرح، طلبہ اور استاد کا بلند تناسب اور تعلیم کے لیے ناکافی بجٹ شامل ہیں۔ دیگر عوامل میں محدود طبی انفراسٹرکچر اور تربیت یافتہ اساتذہ کا فقدان شامل ہیں جنہوں نے ملک میں تعلیم کے شعبے کی ترقی میں رکاوٹیں ڈالی ہیں۔

موجودہ منظر نامے کو دیکھتے ہوئے تعلیم پر مزید توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ ملک میں سب کے لیے پرائمری تعلیم کا مقصد حاصل کیا جاسکے۔ تازہ ترین تعلیمی پالیسی (2009ء) صحیح سمت میں ایک قدم ہے تاہم مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے لیے قوت ارادی اور تمام متعلقہ فریقوں کی جانب سے بھرپور عزم درکار ہوگا۔ مزید برآں ملک میں تعلیم کے فروغ کے لیے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے ذریعے نجی شعبے کو تعلیم کی شعبے کی طرف آنے کی ترغیب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس امر کو یقینی بنانا بھی ضروری ہے کہ لیبر مارکیٹ میں طلبہ ورسد کے درمیان عدم مطابقت کو دور کرنے کے لیے تعلیمی اداروں اور صنعتوں کے درمیان قریبی رابطہ ہونا چاہیے۔

## 8.5 صحت

پاکستان میں صحت کے شعبے میں کچھ بہتری آئی ہے تاہم اسے ابھی تک بڑی مشکلات کا سامنا ہے جن میں اوسط عمر کم ہونا، بچوں کی بلند شرح اموات، زچگی میں خواتین کی بلند شرح اموات، صحت کا محدود انفراسٹرکچر، اس شعبے پر کم سرکاری اخراجات اور متعدد بیماریوں کا عام ہونا شامل ہیں۔

ان میں سے بعض اظہاریوں کے علاقائی تقابل سے پاکستان کے شعبہ صحت کے حوالے سے تشویش کا پہلا بھرتا ہے۔ پاکستان میں شیرخوار بچوں اور پانچ سال سے کم عمر بچوں کی شرح اموات جدول 8.10 میں دیے گئے منتخب ممالک کے گروپ میں بلند ترین ہے۔ اس کی بڑی وجوہات میں ناقص غذائیت، اسہال، سانس کی شدید بیماری اور دیگر متعدی اور ٹیکے سے روکے جانے کے قابل بیماریاں شامل ہیں۔<sup>24</sup>

جہاں تک اوسط عمر کا تعلق ہے، تازہ ترین دستیاب اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ اس اظہاریے میں رفتہ رفتہ بہتری آئی ہے تاہم منتخب علاقائی ممالک میں پاکستان کی پوزیشن صرف بنگلہ دیش اور بھارت سے بہتر ہے۔ پاکستان میں اوسط عمر کم ہونے کی وجوہات میں صحت پر کم سرکاری خرچ، ملک میں صحت کا ناکافی انفراسٹرکچر، غیر صحت مندانہ ماحول، عوام میں صحت و

<sup>23</sup> تفصیلات کے لیے دیکھئے: <http://www.sbp.org.pk/reports/quarterly/fy10/first/SpecialSection2.pdf>

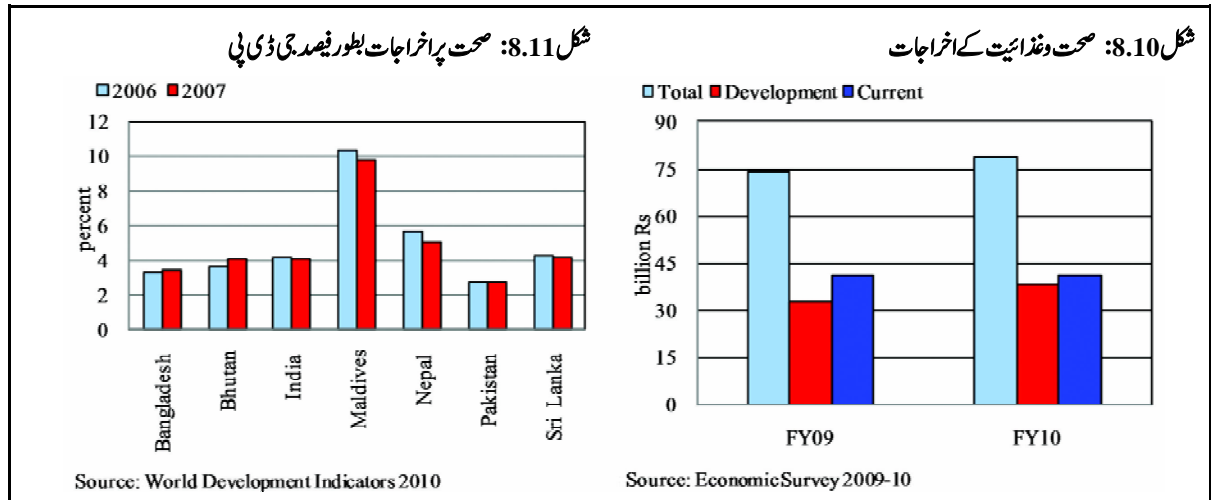
<sup>24</sup> ماخذ: کنٹری کوآپریشن اسٹریٹجی فار ہوائیڈ پاکستان 2005-09ء، عالمی ادارہ صحت (2006ء)۔

| جدول 8.10: صحت کے اظہار (2008ء)              |                                    |          |            |
|--|------------------------------------|----------|------------|
| پانچ سال سے کم عمر بچوں کی شرح اموات فی 1000 | شیر خوار بچوں کی شرح اموات فی 1000 | اوسط عمر |            |
| 54.4   | 42.9                               | 66.1     | بنگلہ دیش  |
| 20.5   | 17.8                               | 73.1     | چین        |
| 68.8   | 52.3                               | 63.7     | بھارت      |
| 40.5   | 30.7                               | 70.8     | انڈونیشیا  |
| 6.4  | 5.9                                | 74.4     | ملائیشیا   |
| 51.4   | 40.8                               | 66.7     | نیپال      |
| 89.1   | 71.9                               | 66.5     | پاکستان    |
| 32.4   | 25.7                               | 71.8     | فلپائن     |
| 15.2   | 13.1                               | 74.1     | سری لنکا   |
| 14.1   | 12.5                               | 68.9     | تھائی لینڈ |
| ماخذ: عالمی ترقیاتی اظہار 2010ء              |                                    |          |            |

تندرستی کے حوالے سے آگاہی کا فقدان، صحت کی غیر مساوی سہولتیں اور غربت شامل ہیں۔ سیلاب سے صحت کے اظہار یوں میں مزید خرابی پیدا ہونے کا خدشہ ہے۔ اس قدرتی آفت نے انفراسٹرکچر اور خدمات کی فراہمی کو بری طرح نقصان پہنچایا ہے۔ کم غذائیت بخش خوراک اور پینے کے غیر محفوظ پانی کی وجہ سے سیلاب کے متاثرین میں بیماریوں کی شرح بڑھنے کا اندیشہ ہے۔

یہ امر حوصلہ افزا ہے کہ مجموعی اور ترقیاتی حوالوں سے صحت اور غذائیت پر ہونے والے اخراجات میں بتدریج اضافہ ہوا ہے (دیکھئے شکل 8.10)۔ تاہم جنوبی ایشیا میں صحت پر ہونے والے اخراجات بطور فیصد جی ڈی پی کے حوالے سے موازنہ کیا جائے تو پاکستان میں یہ سب سے کم ہیں (دیکھئے شکل 8.11)۔ یہ بات واضح ہے کہ صحت کی سہولتوں پر موجودہ اخراجات ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے لیے ناکافی ہیں جیسا کہ صحت و تندرستی کی موجودہ صورتحال سے ظاہر ہے۔ ڈاکٹروں، ڈسٹنسوں اور اسپتالوں کی مطلق تعداد میں اضافے کے باوجود آبادی کے لحاظ سے ان کا تناسب دشواریوں کا باعث ہے (دیکھئے جدول 8.11)۔

پاکستان کو تندرست و توانا بنانے کی سمت پیش رفت کے لیے وزارت صحت نے سخت جدوجہد کی ہے اور تازہ ترین صحت پالیسی 2009ء میں اسی ضمن میں جاری کی گئی ہے (دیکھئے باکس



#### باکس 8.7: قومی صحت پالیسی 2009ء کے مقاصد<sup>25</sup>

- 1۔ صحت کی دیکھ بھال کی لازمی معیاری سہولتیں فراہم کرنا۔
- 2۔ صحت کی دیکھ بھال کے لیے اہل اور جذبہ رکھنے والا عملہ تیار کرنا۔
- 3۔ شعبہ صحت کی معتبر معلومات تیار کرنا اور صحت کی سہولتوں کا انتظام اور قدرتی پینائی کرنا۔
- 4۔ معیاری سہولتوں کی فراہمی کے لیے موزوں پالیٹیکینا لوجی اختیار کرنا۔
- 5۔ تمام شہریوں کو صحت کی بنیادی نگہداشت کی فراہمی کی مالکاری کرنا۔
- 6۔ صحت کے نظم و نسق کی اصلاح کرنا اور اسے عوام کے سامنے جو ابدا بنانا۔

<sup>25</sup> ماخذ: <http://www.health.gov.pk/>

<sup>26</sup> ماخذ: کثرت کو آپریشن اسٹریٹجی فار ہوا اینڈ پاکستان 2005-09ء، عالمی ادارہ صحت (2006ء)۔

| جدول 8.11: صحت کی سہولتیں   |        |        |                   |
|-----------------------------|--------|--------|-------------------|
| 2009ء                       | 2008ء  | 2007ء  |                   |
| 139555                      | 133956 | 128076 | رجسٹرڈ ڈاکٹر      |
| 9822                        | 9012   | 8215   | رجسٹرڈ ڈسٹنس      |
| 968                         | 948    | 945    | اسپتالوں کی تعداد |
| 1183                        | 1212   | 1245   | آبادی فی ڈاکٹر    |
| 16814                       | 18010  | 19417  | آبادی فی ڈسٹنس    |
| 1592                        | 1575   | 1544   | آبادی فی بستر     |
| ماخذ: اقتصادی سروے 2009-10ء |        |        |                   |

8.7۔ اسی طرح وزارت صحت نے ملک میں صحت و تندرستی سے متعلق اہم مسائل کے حوالے سے متعدد پروگراموں کا آغاز کیا ہے (دیکھئے باکس 8.8)۔

عالمی ادارہ صحت کے مطابق،<sup>26</sup> خسرہ، ہیپاٹائٹس بی، نومولود بچوں کا ٹینس، ٹی بی، ملیریا، ہیپاٹائٹس سی، ٹائیفائیڈ اور گردن توڑ بخار جیسی متعدی بیماریاں پاکستان میں لگ بھگ نصف اموات کا سبب بنتی ہیں۔ دوسری جانب غیر متعدی بیماریاں جیسے ذیابیطس، ہائپرٹینشن، عوارض قلب اور سرطان بدلتے ہوئے طرز زندگی کی وجہ سے تیزی سے پھیل رہی ہیں۔ تازہ ترین قومی صحت پالیسی 2009ء میں

انکشاف کیا گیا ہے کہ پولیو اور ہیپاٹائٹس بی اور سی یہاں عام ہو چکے ہیں اور پاکستان دنیا کے ان 22 ممالک میں چھٹے نمبر پر ہے جن میں ٹی بی سب سے زیادہ پھیلا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں نہ صرف ایچ آئی وی بڑھ رہا ہے، ملیریا اور ڈینگی کا بخار بھی ملک کے بعض حصوں میں عام ہوتے جا رہے ہیں۔ خدشہ ہے کہ حالیہ سیلاب سے متعدی امراض میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔

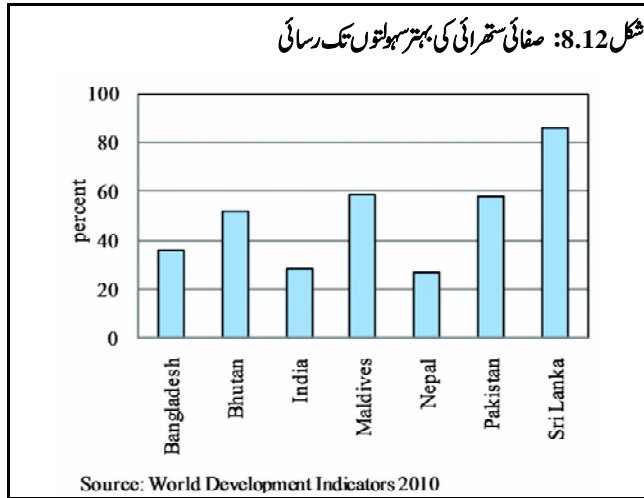
صحت کے اظہاریوں میں سست بہتری کی بنا پر مشکل لگتا ہے کہ پاکستان ایم ٹی ڈی ایف اور ایم ڈی جی کے اہداف حاصل کر سکے۔ ایم ٹی ڈی ایف اور ایم ڈی جی کے حوالے سے تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان نے شیرخوار بچوں کی شرح اموات کا ایم ٹی ڈی ایف 65 فیصد کا ہدف تقریباً حاصل کر لیا ہے تاہم ایم ڈی جی کا 40 فیصد کا ہدف حاصل کرنے کے لیے مزید کوششیں درکار ہیں۔ دوسری طرف پانچ سال سے کم عمر بچوں کی موجودہ شرح اموات ایم ٹی ڈی ایف کے 77 اور ایم ڈی جی کے 52 کے ہدف سے ابھی تک دور ہے۔ اسی طرح تازہ ترین دستیاب اعداد و شمار سے اندازہ ہوتا ہے کہ فی 100000 زچکیاں ماؤں کی اموات کا تناسب ایم ٹی ڈی ایف اور ایم ڈی جی کے بالترتیب 300 اور 140 کے ہدف سے زیادہ ہے۔ چونکہ بعض گروپوں میں ایچ آئی وی بڑھ رہا ہے اور ملیریا اور دیگر امراض معاشرے میں ابھی تک پھیلے ہوئے ہیں اس لیے ان اہداف کی جانب پاکستان کا سفر اطمینان بخش نہیں رہا۔

بہتر معیار کے ساتھ مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے لیے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپس بڑھانا ضروری ہے۔ مزید برآں عوامی آگاہی کے پروگرامز میں اضافہ کرنا ہوگا خصوصاً خاندانی منصوبہ بندی اور دروازہ دیہات میں بنیادی سہولتوں کے حوالے سے۔ وفاقی وزارت صحت و صوبائی حکمہ ہائے صحت میں شراکت ضروری ہے تاکہ عطیدہ دہندہ اداروں اور نجی شعبے کے تعاون اور شراکت کو بڑھایا جاسکے۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ عوام الناس کے لیے لازمی دواؤں کی مناسب قیمت پر دستیابی کو یقینی بنانے اور عطانیوں پر نظر رکھنے کے لیے مؤثر قواعد ہونے چاہئیں۔

| باکس 8.8: وزارت صحت کے منتخب پروگرام  |   |
|---|---|
| پروگرام   | مقصد ہدف  |
| 1 نیکول کا توسیعی پروگرام   | اس پروگرام کا ہدف 0 سے 11 مہینے کے بچوں کو سات بیماریوں اور حاملہ ماؤں کو نوزائیدہ بچوں کے ٹیکے لگانا ہے۔ سالانہ ہدف 55 لاکھ بچوں اور 60 لاکھ حاملہ ماؤں کو یہ ٹیکے لگانا ہے۔                             |
| 2 خاندانی منصوبہ بندی کا قومی پروگرام اور پرائمری ہیلتھ کیئر (خواتین صحت کارکن پروگرام)   | اس پروگرام کا مقصد اپنے علاقوں میں خواتین صحت کارکنوں کے ذریعے معاشرے کے غریب طبقات کی دلپذیر صحت کی بنیادی سہولتیں فراہم کرنا ہے۔  |
| 3 ماؤں، نومولودوں اور بچوں کی صحت کا پروگرام  | اس پروگرام کا مقصد موجودہ اقدامات اور نئی حکمت ہائے عملی کو تقویت دینا، ان کی جدید کاری کرنا اور باہم مربوط کرنا ہے۔ اس کے تحت ماؤں اور بچوں کی صحت کی سہولتوں تک رسائی آسان بنائی جائے گی۔               |
| 4 نیشنل ایڈز کنٹرول پروگرام   | اس پروگرام کے ذریعے ایڈز کے خطرے سے سب سے زیادہ دوچار افراد میں اس کی وبا کو روکا جائے گا اور عوام میں اس حوالے سے آگاہی پیدا کی جائے گی۔ اس حوالے سے محفوظ خون کی تبدیلی کی سہولتیں بہتر بنائی جائیں گی۔ |
| 5 قومی غذائیت پروگرام   | اس کا بنیادی مقصد عوام کے لیے غذائیت کو بہتر بنانا ہے۔ اس میں بچہ پیدا کرنے والی عروں کی خواتین، نوعمر لڑکیوں اور بچوں پر خاص زور دیا جائے گا۔ دستیاب نہیں  |
| 6 قومی ملیریا کنٹرول پروگرام  | اس پروگرام کا ہدف رول بیک ملیریا حکمت عملی کے نفاذ کے ذریعے ملیریا کو مؤثر طور پر کنٹرول کر کے عوام کی صحت کو بہتر بنانا ہے۔ دستیاب نہیں  |
| 7 ہیپاٹائٹس کی روک تھام اور کنٹرول کا قومی پروگرام  | ہیپاٹائٹس کے پھیلاؤ اور ہیپاٹائٹس کے انفیکشن کی وجہ سے لوگوں میں بیماری اور اموات میں نمایاں کمی لانا   |
| ماخذ: وزارت صحت، حکومت پاکستان، <a href="http://health.gov.pk/">http://health.gov.pk/</a> |   |

<sup>26</sup> ماخذ: کثرتی کوآپریشن اسٹریٹجی فار ہوا اینڈ پاکستان 2005-09ء، عالمی ادارہ صحت (2006ء)۔





**جدول 8.12: فی کس کاربن ڈائی آکسائیڈ کا اخراج**

| 2006ء | 2005ء | 2004ء |           |
|-------|-------|-------|-----------|
| 0.27  | 0.26  | 0.25  | بنگلہ دیش |
| 0.57  | 0.60  | 0.59  | بھوٹان    |
| 1.36  | 1.30  | 1.26  | بھارت     |
| 2.93  | 2.32  | 2.60  | مالدیپ    |
| 0.12  | 0.12  | 0.10  | نیپال     |
| 0.90  | 0.86  | 0.85  | پاکستان   |
| 0.60  | 0.59  | 0.61  | سری لنکا  |

ماخذ: عالمی ترقیاتی اظہار 2010ء

**جدول 8.13: جنگلات، رقبہ ارضی کی فیصد کے لحاظ سے**

| 2006ء | 2005ء | 2004ء |           |
|-------|-------|-------|-----------|
| 6.66  | 6.68  | 6.69  | بنگلہ دیش |
| 83.78 | 83.50 | 83.22 | بھوٹان    |
| 22.79 | 22.78 | 22.77 | بھارت     |
| 3.00  | 3.00  | 3.00  | مالدیپ    |
| 24.63 | 25.00 | 25.36 | نیپال     |
| 2.36  | 2.41  | 2.47  | پاکستان   |
| 28.99 | 29.45 | 29.91 | سری لنکا  |

ماخذ: عالمی ترقیاتی اظہار 2010ء

## 8.6 ماحول

عالمی ترقیاتی رپورٹ 2010ء کے مطابق ”ماحول کی تبدیلی تمام ممالک کے لیے خطرہ ہے اور سب سے زیادہ محدود ترقی پذیر ممالک ہیں۔ تخمینے بتاتے ہیں کہ بدلتے ہوئے ماحول سے ہونے والا 75 سے 80 فیصد نقصان ترقی پذیر ممالک کو برداشت کرنا پڑے گا۔ پری انڈسٹریل درجہ حرارت سے صرف 2 درجہ سینٹی گریڈ کی گرمائش، جو وہ کم سے کم گرمائش ہے جو دنیا کو برداشت کرنی ہوگی، افریقہ اور جنوبی ایشیا کے لیے جی ڈی پی میں 4 سے 5 فیصد کی مستقل کمی کا باعث بن سکتی ہے۔“ اقوام متحدہ کے ماحول پروگرام (یو این ای پی) نے اپنی رپورٹ جنوبی ایشیا ماحولیات آؤٹ لک 2009ء میں کہا ہے کہ جنوبی ایشیائی ممالک کو ماحولیات کی تبدیلی کے اثرات محسوس ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ گرمائش زمین سے مختلف خطوں کے موسم میں تبدیلیاں بھی آنے کا امکان ہے جیسے مون سون یا ایل نینو، اور آب و ہوا میں تغیر پیدا ہوگا جس میں شدید سیلاب، قحط اور سانیکلون شامل ہیں۔ پاکستان کا حالیہ سیلاب جو ملک کی تاریخ کا بدترین سیلاب ہے، موسمی شہادت کی ایک مثال ہے۔

ماحولیاتی مسائل کی اہمیت کے پیش نظر اقوام متحدہ کے اعلان ہزارہ 2000ء کے ایم ڈی جی نمبر 7 میں ماحولیات کی پائیداری کو ترقی پذیر ممالک کا ہدف قرار دیا گیا ہے جو انہیں 2015ء تک حاصل کر لینا چاہیے۔ چونکہ پاکستان اعلان ہزارہ 2000ء کے دستخط کنندگان میں شامل ہے اس لیے اس نے اپنی تخفیف غربت کی حکمت عملی میں دواہم ماحولیات کی مسائل یعنی پانی کی دستیابی اور صفائی پر توجہ دی ہے۔

ایشیائی ترقیاتی بینک کی ملکی ماحولیات کی تجزیہ رپورٹ 2008ء میں ملک کو درپیش ماحولیات کی مسائل پر زور دیتے ہوئے قلیل قدرتی وسائل کے انتظام، آلودگی، فصلوں کے بندوبست، ممکنہ کمزوریوں اور قدرتی خطرات اور آب و ہوا کی تبدیلی کا ذکر کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ملک کی ماحولیات جانچ 2006ء پر عالمی بینک کی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا کہ ماحولیات کی خرابی سے ملک کو اندازاً کم از کم 6 فیصد جی ڈی پی کا نقصان ہو رہا ہے اور اس نقصان کا بڑا حصہ غریبوں کو اٹھانا پڑتا ہے۔

صورت حال کی سنگینی کے باوجود یہ امر حوصلہ افزا ہے کہ پاکستان پانی اور صفائی کی سہولتوں تک رسائی کے حوالے سے خطے کے دوسرے ممالک سے بہتر ہے۔ جیسا کہ سالانہ رپورٹ س 09ء میں کہا گیا، پانی تک رسائی کے حوالے سے پاکستان علاقے کے ممالک میں صف اول میں ہے تاہم منصوبہ بندی کمیشن اور وزارت ماحولیات کے مطابق یہ اعداد و شمار پانی کی فراہمی کے ذرائع سے متعلق ہیں اس کے ”صاف“ ہونے سے متعلق نہیں۔ دوسری جانب صفائی ستھرائی کی سہولتوں تک رسائی کے حوالے سے پاکستان جنوبی ایشیا میں سری لنکا اور مالدیپ کے بعد تیسرے نمبر پر ہے (دیکھئے شکل 8.12)۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ کے فی کس اخراج کے حوالے سے تازہ ترین اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ جنوبی ایشیا میں پاکستان کا اخراج تیسرے نمبر پر بلند ترین ہے (دیکھئے جدول 8.12)۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اخراج کے سطح پچھلے چند برسوں سے مسلسل بڑھ رہی ہے۔ آبادی کی نمو اور توانائی کی قلت کی وجہ سے توانائی کے ماحول دشمن وسائل کے بڑھتے ہوئے استعمال سمیت مختلف عوامل نے کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اخراج میں اضافہ کر دیا ہے۔

ماحول سے متعلق ایم ڈی جی کے اہداف کی پیش رفت کے لیے ایک اور اظہار یہ ملک میں جنگلات کا رقبہ ہے۔ تازہ ترین دستیاب اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں زمینی رقبہ کا صرف 2.36 فیصد جنگل ہے جو ایم ڈی ایف کے ہدف 5.2 فیصد اور ایم ڈی جی کے ہدف 6 فیصد سے بہت کم ہے (دیکھئے جدول 8.13)۔ اس سے زیادہ تشویشناک بات یہ ہے کہ موجودہ جنگلات کی وسائل بھی ضائع ہو رہے ہیں۔

#### ہاگس 8.9: رین واٹر ہارویسٹنگ: پانی کے تحفظ کا متبادل ذریعہ

اقوام متحدہ کے ماحولیات پروگرام کی رپورٹ ساؤتھ ایشیا انوائرنمنٹ آؤٹ لک 2009ء کے مطابق جنوبی ایشیا کے خطے میں پانی کا تحفظ ایک بڑھتے ہوئے مسئلہ کے طور پر سامنے آ رہا ہے۔ گلیشیرز کے پیچھے ہٹنے اور میٹھے پانی کے ذخائر کم ہونے سے یہ قلت مزید بڑھے گی۔ پاکستان اس مسئلہ سے مستثنیٰ نہیں اور آبادی کی برق رفتار نمو پانی کی قلت کے مسئلہ کو سنگین تر بنا رہی ہے۔ واقعاتی خواہم سے پتہ چلتا ہے کہ پانی کی دستیابی جو آزادی کے وقت فی کس 5000 گیلن سالانہ تھی اب گھٹ کر 1000 گیلن سالانہ ہو گئی ہے۔ مسئلہ کی شدت کے پیش نظر آبی وسائل کو تحفظ دینے کے لیے طریقے تلاش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ پانی کی دستیابی کے مسئلہ سے مؤثر طور پر نمٹا جاسکے۔

رین واٹر ہارویسٹنگ ان متعدد طریقوں میں سے ہے جو پانی کو بچانے کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ یہ چھوٹے اور زمین گڑھوں سے گھر، یلو، زرعی، صنعتی اور ماحولیاتی مقاصد کے لیے پانی کو جمع کر کے ذخیرہ کرنے کا عمل ہے۔<sup>27</sup>

پاکستان میں ہر سال اوسطاً 250 سے 300 ملی میٹر بارش ہوتی ہے اس لیے رین واٹر ہارویسٹنگ پانی کو ذخیرہ کرنے کا مؤثر طریقہ ہو سکتا ہے کیونکہ فی الوقت بارش کا پانی ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر پانی محفوظ کرنے کے ایسے طریقے اپنائے جائیں تو موسلا دھار بارشوں سے ہونے والی تباہی کم ہو جائے گی۔ سنگاپور جیسے ممالک میں آب باران گھر کیلئے استعمال کے پانی کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور ریزروائزوں یا زمینی گڑھوں میں جمع کیا جاتا ہے۔ حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ اسلام آباد میں اس سلسلے میں کوششیں شروع ہو چکی ہیں اور اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام اور پاکستان کونسل آف ریسرچ فار واٹر ریسورسز کا ایک مشترکہ پروگرام جاری ہے۔ خبروں کے مطابق کیپٹل ڈیولپمنٹ اتھارٹی اسلام آباد اپنے قواعد و ضوابط میں ترمیم کر رہی ہے جس کے تحت تمام گھروں کے لیے لازم ہوگا کہ پانی محفوظ کرنے کے لیے رین واٹر ہارویسٹنگ سسٹم نصب کریں۔ اسلام آباد کے علاوہ ملک کے دیگر حصوں بشمول تھراور چولستان میں بھی رین واٹر ہارویسٹنگ کے منصوبے چل رہے ہیں۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ رین واٹر ہارویسٹنگ کو پانی محفوظ کرنے کے متبادل ذریعے کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے اور اس سے ملک میں پانی کی قلت کے مسائل سے نمٹنے میں مدد مل سکتی ہے۔

<sup>27</sup> ماخذ: [http://www.worldagroforestry.org/downloads/O1E\\_Assessment\\_of\\_Rainwater\\_harvesting\\_Potential\\_in\\_Zanzibar.pdf](http://www.worldagroforestry.org/downloads/O1E_Assessment_of_Rainwater_harvesting_Potential_in_Zanzibar.pdf)